نایاب جیلانی

مقدر سے دل

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

نایاب جیلانی

مقدر سے دل

دانا ؤں کا قول ہے "محبت محض ایک دوسرے کی طرف دیکھنے کا نام نہیں' بلکہ ایک ہی سمت میں دیکھنے کا نام ہے۔ جہاں دیکھا' بس وہیں دیکھا' جسے چاہا' بس اسی کو چاہا۔ جسے سوچا' بس اسی کو سوچا' جس سے محبت کی بس اسی سے محبت کی۔ سمتیں بدلنے والے' راہیں بدلنے والے' جزیرے بدلنے والے اور جگہ جگہ پڑاؤ ڈالنے والے بھلا محبت کی رمزوں کو سمجھ سکتے تھے؟"

اسے جرمین دستائیلی کا ایک اور قول بھی یاد آرہا تھا۔

"پیار ابدیت کا علم ہے۔ یہ وقت کے ہر احساس کو خلط ملط کر دیتا ہے۔ آغاز کی ہر یاد کو مٹا دیتا ہے اور انجام کے ہر خوف کو ختم کر دیتا ہے۔"

مگر چونکہ یہ کتابی باتیں تھیں اور حقیقی زندگی میں ان پر عمل کرنا خاصا مشکل ترین امر تھا اور پھر ویسے بھی اس واہیات' بے ہودہ اور انتہائی لچڑ سی محبت نے ایک طویل عرصے تک اس کی انا' وقار اور عزت نفس کو تھپک تھپک کر گہری نیند سلائے رکھا تھا۔ مگر اس نازک گھڑی میں جب اس کی بے ہوش انا اپنے حواسوں میں آچکی تھی اور وہ بیانگ دہل جگہ جگہ کھڑے ہو کر اعلان کرتی پھر رہی تھی کہ مجھے یہ رشتہ منظور نہیں۔

تب سب سے پہلے اس کی لاڈلی' دلاری نازک اندام تھوڑی کملی' تھوڑی سیانی بھابھی نیند بھری آنکھوں کو مسلتی گرتی پڑتی اسے کچن میں تلاش کرتی اس کی گردن تک پہنچ ہی گئی تھی۔

"وہ آگیا ہے۔ یعنی کچے دھاگے سے بندھے

ناولٹ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

سرکار چلے آئے ہیں۔"

چونکہ سرکار کو کچے دھاگے سے نہیں فون کے تار سے کھینچ کر بلایا گیا تھا اور اس کامیابی کا سہرا اکلو بھابھی اور مائلہ کے سر بندھتا تھا۔ سو وہ اپنی تعریفوں میں رطب اللسان ہو چکی تھی۔ مگر نازک اندام بھابھی کی چلتی زبان کو بریک تب لگے تھے جب اکلوتی نند صاحبہ نے شعلہ فشاں نگاہوں سے گھورتے ہوئے مختلف اخباروں' جرائد اور رسائل میں سے چوری کیے مختلف اقوال ایک کے بعد ایک سنانا شروع کر دیے تھے' تب بھابھی نے ایک بلند چیخ کے ساتھ دونوں ہاتھ اس کی آنکھوں کے سامنے جوڑ دیے تھے۔

"اب خدا کے واسطے! یہ مت بتانا مجھے' محبت عورت کی زندگی کی تاریخ ہوتی ہے اور مرد کی زندگی کا محض ایک واقعہ' یہ بھی جرمن دستائیل کا قول ہے اور میں نے خود پچھلے مہینے کسی پرانے جریدے میں پڑھا تھا۔"

اپنی دلاری بھابھی کے منہ سے پھر کتابچ سن کر اس کی آنکھیں ابل پڑیں۔ تب اس کا دھیان بٹانے کے لیے اور اپنے اندر کا زہر اگلنے کے لیے اس نے انتہائی غیض سے کہا۔

"بھاڑ میں جائیں سارے اقوال۔ ذرا اپنے اور میرے دشمن کو بتا آؤ۔ میں دس ماہ پہلے جوڑے گئے اس رشتے کو خود توڑ رہی ہوں۔"

☼ ☼ ☼

باؤنڈری وال کے ساتھ ساتھ اونچے' بلند اور گھنے درخت کسی شان سے کھڑے تھے۔ جن کے چمکتے پتوں پر نرم نرم چاندنی ٹہل رہی تھی۔ جب کوئی ننھا سا سفید بگولا مہتاب سے شرارت کرتا تو نرم نرم چاندنی سوسی کی اوٹ میں جا چھپتی۔

ایسی قیمتی' گراں قدر' بیش بہا بہتی چاندنی میں ڈوبی رات کبھی کبھی میسر آتی تھی۔ یہاں کوئی ایسا دن نہیں گزرتا تھا جب بارش نہ ہوتی ہو۔ جس دن بارش نہیں ہوتی تھی۔ اس دن وہ لوگ' ہر ونگ میں اودھم مچاتے تھے۔ یہاں بارش نہ ہونے پر بھی لطف اندوز ہوا جاتا تھا۔

بابر ونگ کی بالکونی میں کھڑے ہو کر اس حسین طلسماتی رات سے محظوظ ہونے کے بجائے واحد دروازے کے سائن بورڈ کو کچکچاتی نظروں سے گھور رہا تھا۔ بورڈ پر لکھے لفظ واحد سلطان کو احساس دلا دیتے تھے کہ وہ کمہار کی اس وادی میں ہنی مون منانے فیملی ٹرپ کے ساتھ نہیں آیا۔ وہ یہاں حصول علم کے لیے آیا ہے بلکہ زبردستی بھیجا گیا ہے۔ وہ اس سینٹرل جیل میں کبھی نہ آتا' اگر اس کی پیاری ماں زندہ ہوتی یا شفیق باپ پردیس جا کر ڈالر نہ کما رہا ہوتا۔ اس کی بدقسمتی یہ تھی کہ اسے ایک ہٹلر ٹائپ چاچی اور انتہائی پڑھاکو چاچو کے زیر تربیت رہنا پڑا تھا۔

عماز چاچو بس نام کے ہی مہربان تھے۔ اسی طرح سمیعہ چاچی جن کو وہ ان کے چاروں لائق فائق بیٹوں اور اکلوتی انتہائی افلاطون بیٹی آئمہ کی طرح ممی ہی کہا کرتا تھا' بالکل اسم بامسمیٰ تھیں۔ انتہائی بلند و بالا خیالات کی مالک بہت عمدہ ترین ذہن رکھنے والی بہت اعلا وارفع اور اونچی قسم کی سوچ کی حامل' بے حد عالم فاضل اور قابل ترین ہستی تھیں۔ پھر ان کے چاروں بیٹے احد' ودید' موحد اور واعد بھی کمال کے لائق فائق بچے تھے۔ پھر آئمہ کے بھی کیا ہی کہنے تھے۔ جب سے پیدا ہوئی تھی' کتابیں گھول گھول کر پینے کے علاوہ اسے کوئی اور دوسرا کام نہیں تھا۔ وہ احد اور ودید سے چھوٹی جبکہ موحد اور واعد سے بڑی تھی۔ اسی طرح وہ ڈیڑھ دو سال واعد سے بھی بڑی تھی مگر خود کو واعد سے دس سال بڑا سمجھتی تھی۔ اپنے چھوٹے اور بڑے بھائیوں کی رہبر' رہنما تو تھی ہی واعد کی رہنمائی کے لیے بھی مری جاتی تھی۔

واعد کو پورا یقین تھا وہ مستقبل میں انتہائی بھیانک "استانی" کے روپ میں سامنے آنے والی تھی۔ جبکہ آئمہ کے خیالات بھی واعد کے لیے کچھ مختلف نہیں

تھے۔ وہ اسے مستقبل کا کمینک کہتی تھی۔ اس میں کوئی شک بھی نہیں تھا۔ واعد گاڑیوں کے چھوٹے موٹے کام سے لے کر گھر کی موٹروں کی خرابی تک ٹھیک کر لیتا تھا۔ تاہم اس کے ہنر پر فخر کرنے کے بجائے سمیعہ چچی اور آئمہ دونوں ہاتھ دھو کر اس کے پیچھے پڑ جاتی تھیں۔ دراصل وہ سمجھتی تھیں وہ اپنے کیریر کی طرف توجہ نہیں دیتا۔ ان کے اپنے بچوں کی طرح ہر وقت کتابوں میں سر دیے نہیں رکھتا' لیکن اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ وہ لائق یا ذہین نہیں تھا۔ بچپن سے لے کر اب تک اس کا تعلیمی ریکارڈ بہترین تھا' مگر پھر بھی ممی کے نزدیک وہ کافی نالائق اور لاپروا لڑکا تھا۔ درپردہ اسے نہ صرف ممی بلکہ اکلوتے چاچو سے بھی بہت شکوے تھے' سو یہی وجہ تھی ممی کی طنزیہ گفتگو' دل جلانے والی باتوں کے باعث وہ مہینہ وار تعطیل پہ بھی لاہور اپنے گھر جانا پسند نہیں کرتا تھا۔ لوگ گھر خوشی خوشی جایا کرتے تھے۔ ہفتہ پہلے ہی تیاریاں شروع کر دیتے تھے اور ایک واعد سلطان تھا جس کے لیے گھر کا تصور ہی محال تھا۔

گھڑی کی سوئیوں کے ساتھ چلنے والی ممی کے منظم ماحول کو لبو سر کرنے کا معمولی سا جرم بھی ایک بڑی سزا سے کم نہیں ہوتا تھا۔ ممی تو اپنے ڈاکٹر بیٹے تک کو اصول توڑنے کے جرم میں بے بھاؤ کی سنا دیتی تھیں' پھر ودید اور واعد کو تو ابھی بھی ممی شرارتیں کرنے' گھر سے باہر زیادہ وقت گزارنے اور رات دیر تک بغیر وجہ جاگنے پر جوتے سے دھلائی کر دیا کرتی تھیں۔ اکثر نہ صرف ان کا کھانا بند کر دیتی تھیں۔ بلکہ جیب خرچ بھی کھینچ لیا جاتا تھا۔ بچپن سے لے کر اب تک واعد ممی کے کئی طرح کے مظالم کا شکار ہوا تھا۔ اپنے اصولوں پر وہ کبھی بھی سمجھوتا نہیں کرتی تھیں۔ سو واعد کا بچپن ممی کے اصولوں' قاعدوں اور بلاوجہ کے قوانین کی نذر ہو گیا تھا۔ ممی اپنے بچوں کے لیے تو ایک سخت گیر ماں تھیں ہی مگر بن ماں کے اس معصوم بچے پر بھی انہوں نے ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ ڈالے تھے۔ وہ سونے کا نوالہ کھلا کر جب شیرنی کی نگاہ سے دیکھتی تھیں۔ تب ان کا کھایا ہوا سونے کا نوالہ بھی ابل کا باہر آ نکلتا تھا۔

واعد کی بدقسمتی کی شروعات تب ہوئی جب اس کی پیاری ماں اسے بہت کم سنی میں بلکتا چھوڑ گئی تھی۔ تب وہ ممی کی ہٹلر ٹائپ گود میں خود بخود منتقل کر دیا گیا تھا۔ اسے آج تک یاد نہیں پڑتا تھا۔ ممی نے کبھی اسے شفیق نظروں سے دیکھا ہو۔ انہیں شاید الہام ہو گیا تھا کہ اگر انہوں نے واعد کے ساتھ کم از کم نرمی کی تو وہ اتھرا گھوڑا کبھی بھی قابو میں نہیں آ سکے گا۔ وہ فطرتاً شرارتی تھا' مگر یہ بہت بچپن کی بات تھی۔ ممی کے ظالمانہ' جابرانہ سلوک کے بعد تو اچھے اچھوں کے کس بل نکل گئے تھے۔ وہ تو پھر بے چارا سا واعد سلطان تھا۔ وہ فطری طور پر نہیں محض اس ظالمانہ سلوک کی بدولت خاصا اکھڑ اور بددماغ ہوتا چلا گیا تھا۔ پہلے وہ ممی کو شرارتوں سے زچ کیا کرتا تھا بعد میں اس نے ممی کو کچھ دوسرے ہتھکنڈوں سے تنگ کرنا شروع کر دیا تھا' جن میں سرفہرست اسکول سے ڈنڈی مارنا' بہانہ بنا کر چھٹی کرنا۔ یعنی ہفتے میں ایک آدھ دن اگر وہ اسکول چلا بھی جاتا تو واپسی میں اسے دوستوں سے ملاقاتوں کا خیال آ جاتا۔ غرض وہ رات کو جب ممی کے خوف سے تھر تھر کانپتا گھر میں داخل ہوتا تو ممی اس کی ٹھیک ٹھاک دھنائی کر کے رکھ دیتی تھیں۔

یہ اور بات ہے کہ واعد جیسے ڈھیٹ پر کم ہی کسی بات کا اثر ہوتا تھا۔ ہر روز اس کی حرکتوں کے باعث گھر کا ماحول خراب ہوتا تھا' نہ وہ دوستیاں ترک کرتا تھا نہ باقاعدگی سے اسکول جاتا تھا۔ پھر بھی کلاس میں پہلی پوزیشن اسی کی ہوتی تھی۔ مگر ممی کو ایسی پوزیشن سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ سارا سال کھیل کود میں ضائع کر کے آخری دنوں میں رٹے مار کر پوزیشن لینے والے لوگ بھلا ممی جیسی لائق فائق ہستی کی نظر میں جگہ بنا سکتے تھے؟

ممی کا خیال تھا۔ وہ چاچو کے بے جا لاڈ پیار کی وجہ سے اتنا بگڑ چکا ہے کہ اسے کسی بورڈنگ کی سختیاں ہی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

سدھار سکتی تھیں۔ سو اس کے پیروں میں ممی نے بیڑی ڈالنے کے لیے سیونتھ اسٹینڈرڈ کے بعد ــــ یہ ظالمانہ حل سوچا تھا۔ اس کے امریکہ میں مقیم ڈیڈی سے باہمی مشاورت کے بعد اسے فیصل آباد خالہ کے گھر بھیجا گیا تھا۔ خالہ کے گھر بھی وہ تنہا نہیں آیا تھا۔ ممی یہاں بھی اس کے ہمراہ آئی تھیں۔ اپنی سلطنت کو وقتی طور پر اپنی پڑھاکو بیٹی اور سکینہ بی کے حوالے کرکے وہ واحد کے ساتھ تین' چار دن کے لیے فیصل آباد آئی تھیں۔ وہ جو خالہ کے گھر آنے پر بہت خوش تھا کہ خالہ صاحبہ کے تینوں لائق بیٹوں کے ساتھ خوب کھیلے کودے گا۔ کرکٹ کا میچ رکھے گا یا فیصل آباد کے بازار روندنے نکل جائے گا۔ سارے نادر و نایاب منصوبے اس وقت دھرے کے دھرے رہ گئے تھے۔ جب ممی نے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ اگر اس نے انٹری ٹیسٹ کلیئر نہیں کیا تو اسے حسن ابدال بھیج دیا جائے گا۔ واحد کے پاس کوئی چارہ نہیں تھا۔

اس نے ممی کی توقع کے برعکس بہترین نمبروں سے انٹری ٹیسٹ پاس کرلیا۔ انٹرویو کے دوران بقول اس کے گروپ فیلوز جز ائر انڈیمان کے صدر یعنی جنرل صاحب کو واحد سلطان نے اپنی حاضر جوابی' برجستگی اور بقول آئمہ کے چالاکی و مکاری کی بدولت متاثر کرلیا تھا۔ وہ تب سے لے کر اب تک یعنی پانچ سال گزرنے تک جنرل صاحب کا بہت پسندیدہ رہا تھا۔

یہ انٹرویو اس کی کم سنی کا سب سے پہلا اور یادگار انٹرویو تھا۔ بورڈ کے ارکان نے واحد سے جتنے بھی سوال پوچھے تھے' سب اس کے فیملی بیک گراؤنڈ سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ آج تک جنرل صاحب کے ان غیر ضروری سوالات پر حیران ہوتا تھا۔ جنرل صاحب کچھ دیر کھوجی نظروں سے اسے دیکھنے کے بعد بڑی مشفقانہ مسکراہٹ کے ساتھ بولتے تھے۔ یہ اس روایتی انٹرویو میں پہلا غیر روایتی سوال تھا۔

"ویری گڈ ڈے ٹو یو ینگ بوائے! میں تم سے ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔" جنرل صاحب نے پیپر ویٹ گھماتے ہوئے بڑی پیاری مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ وہ بہت ہی حلیم' شفیق اور عمدہ اخلاق رکھنے والے ایڈمنسٹریٹر تھے۔

"کیا تم پڑھ لکھ کر ایک بڑا آدمی اور اچھا آدمی بن کر اپنے ڈیڈ کے پاس امریکا فلائی کر جاؤ گے؟" جنرل صاحب کا سوال عجیب نہیں تھا اور اپنے ڈیڈی کے پاس امریکا جانا اس کا بہت پرانا خواب تھا مگر اس نے کہا۔

"سر! میری پہلی ترجیح تو پاکستانی ہی ہے۔" اس نے سنجیدگی کے ریکارڈ توڑ ڈالے تھے۔ وہ یہ نہیں جانتا تھا' اس کے جواب نے کہاں تک بورڈ کے ارکان کو متاثر کیا تھا۔ تاہم انٹرویو کے اختتام پر اسے ایک سلپ ضرور مل گئی تھی اور اب تو پانچ سال گزرنے والے تھے۔

اگرچہ اس "پورٹ بلیر" میں قیدیوں جیسی لائف گزارنا کچھ آسان نہیں تھا مگر ممی کے خوف اور چاچو کے غیض سے گھبرا کر وہ یہاں رہنے کا پابند ہو گیا تھا۔ اس کے سارے دوست اونچے پہاڑوں پر موجود اس عظیم درس گاہ کو ہندوستان کا کالا پانی کہا کرتے تھے مگر اپنی زندگی کے یہ لازوال پانچ سال بھولنا دنیا کے کسی بھی کیڈٹ کے بس کا کام نہیں تھا۔

یہاں آتے ہوئے بھی رویا جاتا تھا اور جاتے ہوئے بھی رویا جاتا تھا۔

یہ بہرحال ممی کی قید سے بہتر تھا۔ گھر میں تو اگر کوئی وقت پہ ڈائننگ ٹیبل تک نہیں آپاتا تھا تو اسے دوبارہ کھانا نہیں دیتی تھیں۔ اسی طرح جو گھر میں دیر سے آتا' اسے پوری رات لان میں گزارنا پڑتی۔ ممی نے شروع سے انہیں اپنا اپنا کام کرنے کی عادت ڈالی تھی۔ جوتے پالش سے لے کر کپڑے استری کرنے تک۔ سو یہاں آکر واحد کو کچھ پرابلم نہیں ہوئی تھی۔ تاہم ممی کے حصار سے نکل کر زیادہ نہ سہی کچھ آزادی پاکر وہ تھوڑا مطمئن ضرور تھا' کیونکہ ممی کے علاوہ ان کی اکلوتی بیٹی کی خطرناک کلاسز یہاں کے بھیانک لیکچرار سے بھی زیادہ بری اور صبر کا امتحان تھیں۔

واحد سلطان کی عموماً" خواہش یہی ہوتی تھی کہ اسے گھر نہ جانا پڑے' لیکن یہ ممکن نہیں تھا۔ پرسوں اتوار کا دن تھا اور نہ چاہتے ہوئے بھی دل پر بھاری بھرکم پتھر رکھ کے وہ لاہور جانے کے لیے خود کو ذہنی طور پر تیار کرچکا تھا۔ مگر یہ طلسماتی رات' ستاروں سے سجے آسمان اور بھیگتی چاندنی جیسی حسین رات کا سحر تھا کہ وہ کچھ پل کے لیے سب کچھ بھول گیا تھا۔ حالانکہ وہ پورٹ بلیر یعنی کیڈٹ کالج کلر کہار کے بارونگ کی بالکونی میں کھڑا تھا اور یہاں صرف صبح سویرے پی ٹی آئی سر منصور کی بھیانک آواز کانوں کے پردے پھاڑا کرتی تھی۔ کالج کے ہرونگ میں بھگدڑ مچ جاتی تھی۔ تمام کیڈٹس کمبل' لحاف' چادریں اٹھا اٹھا کر پھینکتے کپڑے پہنتے' جوگرز کے تسمے کستے طویل گیلریوں سے بھاگ بھاگ کر نکلتے ہوئے گراؤنڈ میں جمع ہو جاتے تھے۔

☼ ☼ ☼

واحد سلطان احمد جناح ونگ کا ونگ کمانڈر تھا۔ جناح ونگ میں نیو کمرز آئے تھے۔ ہر سال 8th اسٹینڈرڈ میں نیو اپائنٹمنٹس ہوا کرتی تھیں' چونکہ واحد سلطان پورے کالج کا سی پی تھا' سو اسے نہ صرف اپائنٹمنٹ ملی تھی' بلکہ اسے جناح ونگ کا کمانڈر بھی بنا دیا گیا تھا۔ وہ خود بھی اسی ونگ کے ساتھ منسلک رہنا چاہتا تھا۔

اسے آنے والوں سے خصوصی لگاؤ تھا۔ کبھی وہ خود بھی اس اسٹیج سے گزرا تھا اور نئے نئے یہ کم عمر لڑکے جب شروع شروع میں اپنے گھر والوں کی یاد میں کمبل یا لحافوں میں منہ دیے سسکاریاں بھرتے تھے' تب راؤنڈ پر آئے واحد کو ان پر ٹوٹ کے پیار آتا تھا۔ جبکہ خود واحد اپنے گھر والوں کو قطعاً" یاد نہیں کرتا تھا۔

اس کی زیادہ دوستی موحد سے تھی۔ واحد کی طرح موحد کو بھی ممی کے سخت رویے اور عظیم اصولوں سے چڑ تھی۔ وہ ویک اینڈ پہ اکثر اسے فون کرکے اپنے جلے دل کے پھپھولے پھوڑا کرتا تھا۔ اس سہ پہر بھی کالج ٹائم کے بعد وہ اپنا یونیفارم بدل رہا تھا۔ موحد کی کال آئی تھی۔

"یار! تو ابھی زندہ ہے؟" اس کی مصنوعی حیرانی نے موحد کو آگ ہی لگا دی تھی۔ وہ جو بڑے خوش گوار موڈ میں تھا ایک دم بھنا اٹھا۔

"اگر مر چکا ہوتا تو تم ابھی کیڈٹ کالج کلر کہار کی حسین سرزمین پر ٹہلیں نہ کر رہے ہوتے۔ لاہور آکر میرے تجہیز و تکفین کا انتظام کر رہے ہوتے۔" واحد کو ہنسی آگئی۔

تب ہی ایر پیس سے ایک نسوانی آواز سنائی دی تھی اور اس آواز کو سن کر واحد کا موڈ کبھی بھی خوش گوار نہیں رہ سکتا تھا۔

"واحد سے کہنا' ہائی نیک لازمی پہن کر رکھے اور شام سے پہلے کلر کہار کا موسم سخت ابر آلود اور ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ زیادہ ہیرو بننے کی ضرورت نہیں۔ اس کے دو' تین لانگ کوٹ اور کلوک امریکا سے آئے ہیں۔ اس سے پوچھو' کل آئے گا یا نہیں۔ ورنہ سامان ادھر ہی بھجوا دیں۔

ممی نے سوہن حلوہ بھی بنوایا ہے۔ اسے یاد سے کہہ دو' رات کو سبز قہوہ لازمی پی کر سویا کرے۔ میں تو کہتی ہوں۔۔۔"

وہ نان اسٹاپ بولے جا رہی تھی۔ آواز اتنی بلند تھی کہ موحد کو کچھ کہنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی۔ واحد نے من و عن اس کی تمام تقریر خود سن لی تھی۔ وہ افلاطون کی سوتیلی بہن نہ جانے خود کو سمجھتی کیا تھی۔ وہ اس بقراط کی وجہ سے بھی گھر نہیں جاتا تھا۔

اسے بس ایک ہی جنون تھا۔ ممی کی طرح نصیحتیں کرنا' بلاوجہ خود کو نہایت عقل مند' بردبار' عقل کل سمجھنا۔ یہ ثابت کرنے کی کوشش کرنا کہ اسے سب کا بہت خیال ہے۔

اسے کوکنگ کا بھی جنونی شوق تھا۔ وہ اپنی ٹف روٹین سے بھی وقت نکال کر اپنے بھائیوں کو ٹھنسانے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

کے لیے نہ جانے کیا کیا بکواس ڈشز بناتی رہتی تھی۔ آج کل حلووں کی شامت آئی تھی۔ اسے اپنے پپا اور بھائیوں سے جھوٹی تعریفیں بٹورنے کا چسکہ بھی پڑ چکا تھا۔ اب یہ جھوٹی تعریفیں محض آئمہ کے پپا اور بھائی ہی کر سکتے تھے۔ واحد میں تو ایسا حوصلہ نہیں تھا۔ پھر بھی وہ الم غلم پکا کر ہر تیسرے ویک اینڈ پر بھجوا دیتی تھی۔ پھر اس کی خواہش یہ ہوتی تھی کہ واحد تعریف بھی لازمی کرے، جو کہ وہ قیامت تک نہیں کر سکتا تھا۔ وہ بار بار پوچھتی۔

"تمہارے دوستوں کو پوری کچوری، کھوئے کی پڈنگ اور گوشت کے قتلے پسند آئے یا نہیں؟"

"نہیں۔" وہ بڑی رکھائی سے جواب دیتا۔ وہ اسے کیوں بتاتا کہ اس کے کمینے دوستوں کے سامنے تو گھر کی گھاس بھی رکھ دی جاتی تو وہ اللہ کا شکر ادا کرتے اس گھاس کو بھی چر جاتے۔ پھر آئمہ تو خاصی چٹ پٹی اور میٹھی، نمکین ڈشز بنا کر بھیجا کرتی تھی۔ مگر اس کی تعریف کر کے واحد، آئمہ کو اترانے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔ واحد کو پورا یقین تھا کہ آئمہ اور اس کی سہیلی مختلف ڈشز میں تعویذ گھول گھول کر اسے بھیجتی تھیں، تاکہ وہ شان دار نمبروں سے فیل ہو کر ممی کی نظروں میں دو کوڑی کا ہو جائے۔ وہ اس کی ازلی دشمن تھی۔ ایک زمانے میں آئمہ کی جھوٹی شکایتوں کے باعث واحد کو ممی سے بہت مار پڑتی تھی۔ اگرچہ وہ شکایتیں جھوٹی نہیں ہوتی تھیں۔ وہ واحد اور موحد، آئمہ کو ہمدرد جان کر رازدار بنا کر گھر سے فلم دیکھنے اور دوست کے گھر جاتے تھے اور واپس آنے تک آئمہ ان کا کچا چٹھا کھولے خود بھیگی بلی بنے کتاب میں سر دیے بیٹھی ہوتی اور ممی جوتے سمیت ان دونوں کے سر پہ پہنچ جاتی تھیں۔

آئمہ کی غداری پر تو صفحے کالے کیے جا سکتے تھے۔ کتابیں بھری جا سکتی تھیں۔ اس نے ہمیشہ برے وقت میں واحد اور موحد کا ساتھ چھوڑا تھا۔ وہ جتنا مرضی اسے لالچ دے کر غائب ہوتے تھے۔ ان کے واپس آنے تک وہ ممی کے کانوں میں ان کی شرارتیں پھونک چکی ہوتی تھی۔ کئی مرتبہ آئمہ کی فضول شکایتوں پر اسکول ٹیچر نے پورے مجمع کے سامنے واحد کی کلاس لی تھی۔ ایک مرتبہ آئمہ کی سنگین غداری پر پرنسپل نے واحد کو تھپڑ بھی مارا تھا۔ دراصل ایک بہت اہم ٹیسٹ کے دن واحد نے جان بوجھ کر چھٹی کر لی تھی اور بہانہ بنایا تھا، وہ ممی کے ساتھ کسی فوتگی میں چلا گیا تھا۔ دوسرے دن پرنسپل نے آئمہ کو بلا لیا اور اس سچ کی علمبردار نے پورے اسٹاف کے سامنے واحد کا پول کھول دیا تھا۔ جواباً" پرنسپل نے اس کے منہ پر بڑا سخت تھپڑ مارا تھا۔ شاید وہ آخری مرتبہ تب آئمہ سے بدگمان ہوا تھا۔ اس کے بعد اس نے آئمہ پر اعتبار کرنا چھوڑ دیا تھا۔ حالانکہ یہ سب بچپن کے قصے تھے۔ مگر واحد سلطان کے ساتھ ایک بڑا اذیت ناک مسئلہ تھا۔ وہ گزری باتیں کبھی بھلا نہیں سکتا تھا۔ تو پھر آئمہ کی غداری کیسے بھول جاتا۔

اگرچہ بیتے وقت کے ساتھ کچھ بھی ویسا نہیں رہا تھا۔ نہ وہ بچپن والا شرارتی سا واحد سلطان تھا نہ ہی وہ شکایتی ٹٹو سی چالاکو ٹائپ آئمہ عماز ویسی رہی تھی مگر جو گرہ واحد سلطان کے ذہن میں پڑ چکی تھی، وہ کبھی کھل نہیں سکتی تھی۔ وہ اب بھی موقع دیکھ کر ممی کو اس کے خلاف بھڑکانے سے باز نہیں آتی تھی۔

پچھلے ماہ آئمہ اور اس کی دوست نرجس عرف کملو کی وجہ سے چاچو اور ممی نے اسے بے بھاؤ کی سنائی تھیں۔ ہوا کچھ اس طرح سے تھا کہ آئمہ محترمہ کی سال میں کوئی پانچویں سالگرہ منائی جا رہی تھی۔ آئمہ نے اسے کہا تھا، وہ نرجس کو اس کے گھر سے لے آئے۔ ممی کے سامنے اس نے ہامی تو بھر لی تھی، پھر نرجس کو لینے کے بہانے نکل بھی گیا تھا مگر پھر جان بوجھ کر رات دس بجے قریب گھر آیا۔ گھر کے سب ہی افراد منہ پھلائے بیٹھے تھے۔

واحد پر ان کے پھولے منہ کا کیا اثر ہو سکتا تھا۔ وہ اطمینان سے ان کے درمیان آ کر بیٹھ گیا۔ پھر ڈھٹائی

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش
یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے
ہم خاص کیوں ہیں:۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کُتب کی مکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جا سکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM
Online Library For Pakistan
Like us on Facebook fb.com/paksociety
twitter.com/paksociety1

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

کے ساتھ اس نے بڑا سا آئس کریم کیک کا پیس اٹھا کر منہ میں رکھا۔ فروٹ چاٹ اور کوک سے لطف اندوز ہوا۔ کیچپ کے ساتھ کباب بھی چکھ لیے تب اسے خیال آیا کہ وہ اکیلا ہی کھائے جا رہا ہے۔ اس نے گلا کھنکھار کر سب کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا تھا مگر وہ تو سارے ہی گھور گھور کر اسے دیکھے جا رہے تھے۔ تب واحد کو خیال گزرا کہ کیک پر چھری بھی نہیں پھیری گئی تھی۔ سو وہ ذرا جو کنا ہوا۔

"تم کملو کو لینے گئے تھے نا' ایک ہی آئمہ کی دوست ہے' اس کی ہر خوشی میں شریک ہوتی ہے وہ۔" واحد نے چبا چبا کر غصے کا اظہار کیا تھا۔ وحید بھی اسے ہی گھورے جا رہا تھا۔

"او۔۔۔ نو۔۔۔ میں تو بھول ہی گیا۔ آئمہ نے مجھے کملو کو لینے کے لیے بھیجا تھا۔" واحد بڑی یتیم سی صورت بنا کر اپنے بھلکڑ پن کو ملامت کر رہا تھا۔

"بہت جھوٹا ہے یہ کمینہ۔۔۔ اٹھارہ ٹیکسٹ کیے تھے کملو کو لے آؤ۔ مگر یہ جان بوجھ کر اتنی دیر سے آیا ہے۔ کملو بے چاری اتنا مہنگا سوٹ' اتنی قیمتی جیولری پہنے انتظار کرتی رہ گئی۔ اس نے اتنا پیارا میک اپ کروا رکھا تھا۔ آج تو میں نے کملو کا آئی میک اپ دیکھ کر خود بھی سیکھنا تھا۔" اپنے نقصان یاد کر کے آئمہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے۔

اسے ممی سمیت سب کی بے بھاؤ کی بکواس سننی پڑی تھی۔ پچھلے مہینے کی اس بدمزگی کو سوچتے ہوئے اس وقت بھی واحد کا حلق تک کڑوا ہو گیا تھا۔ سو وہ انتہائی برے موڈ کے ساتھ فون بند کرنا ہی چاہتا تھا' جب موحد کی آواز کے پیچھے ایک مرتبہ پھر آئمہ کی متفکر آواز سنائی دی تھی۔

"موحد! اس سے پوچھو تو سہی' کل وہ آئے گا یا نہیں۔ میں اس کے لیے سنگاپوری رائس اور سلطانی دال کی کملو سے ترکیب پوچھ کر کچھ تو تیاری کر لوں۔"

وہ بڑی پریشانی کے عالم میں پوچھ رہی تھی۔ اسے خدشہ تھا کہ واحد ان سے ناراض ہو کر گیا ہے۔ وہ اس کے لیے چٹ پٹے کھانے بنا کر اسے منا لینے کی ترکیبیں بھی سوچ چکی تھی۔ مگر واحد نے بہت کٹھور پن سے دو ٹوک لہجے میں جواب دیا۔ کہ وہ کل ہرگز بھی نہیں آئے گا۔ اس کا انتظار نہ کیا جائے۔ آئمہ تک واحد کا جواب خود بخود پہنچ گیا تھا اور نہ جانے کہاں سے کوئی اڑتی ہوئی گرد اس کی آنکھوں میں چبھن دینے لگی۔ وہ اپنے بھائیوں سے نظر چرا کر کچن میں گھس گئی۔

☼ ☼ ☼

واحد سلطان' عتیق سلطان کا اکلوتا بیٹا تھا۔ عتیق سلطان عرصہ دراز سے امریکا میں مقیم تھے۔ ان کا اپنا مختصر سا بزنس تھا۔ واحد کی امی کے انتقال کے بعد انہوں نے دوسری شادی پاکستان میں ہی کی تھی۔ بعد ازاں اپنی فیملی کو بھی امریکا بلا لیا تھا۔ تاہم واحد کو وہ اپنی ہٹلر ٹائپ بھاوج کے سپرد کر گئے تھے۔ دراصل ان کا خیال تھا واحد کی اچھی تربیت اور پرورش امریکا جیسے ملک میں بہترین طریقے سے نہیں ہو سکتی۔ کچھ وہ فطرتاً "لاپروا" تھوڑا آزاد خیال تھا اور پابندیوں سے سخت گھبراتا تھا۔ انہیں اپنی بھاوج اور بھائی پر بڑا بھروسا تھا' مگر وہ کبھی بھی اپنے بیٹے کی تعلیم اور اس کی ضرورتوں سے غافل نہیں رہے تھے۔ اسے ہمیشہ مہنگے ترین اسکول اور پھر انتہائی اعلا ساکھ رکھنے والے کالج میں داخل کروایا تھا۔ اس کے باوجود واحد کے شکوے کبھی ختم نہیں ہوتے تھے۔ وہ اپنے باپ سے بھی ناراض تھا کہ وہ اسے امریکا نہیں بلواتے تھے۔

اس کا خیال تھا کہ اسے بلاوجہ کی روک ٹوک اور پابندیوں کے حوالے کر کے اس کے باپ نے اچھا نہیں کیا۔ تاہم وہ جانتا نہیں تھا۔ عتیق سمیت سمیعہ اور عماز بھی اس کی بھلائی کے لیے کہاں کہاں اپنے دل کو مارتے رہتے تھے۔ یہ اس کی اچھائی اور بھلائی کی سب سے بڑی مثال ہی تو تھی۔ سمیعہ نے اسے بورڈنگ بھجوا دیا تھا۔ ورنہ واحد کو آنکھوں سے اوجھل

کرنا کہاں ممکن تھا مگر واحد ان چیزوں کو سمجھتا ہی نہیں تھا۔ وہ ان سے تب بدگمان ہوا تھا۔ جب اسے ہاسٹل بھجوا دیا گیا تھا۔ وہ 8th اسٹینڈرڈ میں یہاں آیا تھا اور اب اس کالج میں اس کا آخری سال تھا۔ اس کے بعد اس نے کہاں جانا تھا؟ یہ سب وہ بہت پہلے ہی پلان کر چکا تھا۔

مگر فی الحال اسے کچھ بھی واضح نہیں کرنا تھا۔ وہ دل ہی دل میں بہت آگے تک کا سوچ چکا تھا مگر تقدیر کے پھیر نے اس کی تمام پلاننگ لبریز کر دی تھی۔ اس نے جو کچھ سوچا تھا' اس کے برعکس نہ جانے کیسے ہو گیا تھا۔

ہوا کچھ اس طرح سے تھا کہ اس اتوار کو واحد نے سابقہ غصے کے تحت گھر جانے کا ارادہ ترک کر دیا تھا۔ سو اتوار والے دن اس کی مصروفیت بھی کچھ زیادہ ہی بڑھ گئی تھی۔ اسے جناح ونگ کے بچوں کو ان کے گھروں میں بھجوانے' ان کے سامان چیک کرنے اور والدین کے حوالے کرنے کے متعلق اپنے اسسٹنٹ کو ہدایات دینی تھیں۔

اتوار کو دو بجے سے پہلے سلور سوک میں ٹھونس ٹھانس کر اس کا پورا قبیلہ ملنے کے لیے پہنچ چکا تھا۔ ممی کی طبیعت خراب تھی۔ وہ آ نہیں سکی تھیں مگر وحید' موحد' واحد کے ساتھ آئمہ اور آئمہ کی اکلوتی فرینڈ کملو بھی جلوہ افروز تھی۔ اگرچہ کملو بھی آئمہ کی طرح واحد سے ڈیڑھ دو سال بڑی تھی تاہم وہ واحد کو نام سے نہیں پکارتی تھی بلکہ بھائی کا صیغہ لگاتی تھی۔ وہ بھی جان بوجھ کر نرجس کو "کملو آپی" کہا کرتا تھا۔

وہ ہونق پن سے ان سب کو ڈگی میں سے بڑے بڑے بانٹ پانٹ نکالتے دیکھ رہا تھا۔ وہ کیسے خوش باش نظر آ رہے تھے۔ گویا اسے اطلاع دے کر آنا بھی ضروری نہیں سمجھا گیا تھا۔ وہ جلتا کلستا ان کی کارروائیاں دیکھتا رہا۔

لڑکیاں سامان رکھ کر اب ارد گرد کا جائزہ لے رہی تھیں جبکہ وحید اس کی خاموشی محسوس کر کے قدرے خفگی سے کہہ رہا تھا۔

"اسے دو چار جھانپڑ لگاؤ۔ کیسے ہونقوں کی طرح دیکھے جا رہا ہے جیسے ہمارے سروں پر سینگ اگ آئے ہیں۔"

وحید کے ٹوکنے پر بالآخر اسے سنبھلنا پڑا۔ اپنے ہونق تاثرات کو چھپانے کے لیے اس نے گھور گھور کر آئمہ کو دیکھنا شروع کر دیا۔ وہ دونوں بچوں کی طرح ایڑھیاں اچک اچک کر اور دوربین لگا کر نجانے کیا تلاش کر رہی تھیں۔

"یہ تم دونوں کیا احمقوں کی طرح تلاش کر رہی ہو؟" اس نے آئمہ اور کملو دونوں کو بیک وقت مخاطب کیا تھا۔

واحد کے مخاطب کرنے پر آئمہ گویا نہال ہو گئی تھی۔

وہ بے ساختہ کھلکھلا کر کملو کو ٹھوکا دیتی اس کی طرف مڑی۔

"واحد بھائی! ہم دونوں تو جھیل کو ڈھونڈ رہی ہیں۔ یہاں سے نظر کیوں نہیں آ رہی۔" کملو نے اپنے سوجھ بوجھ کے مطابق کملا سا ہی جواب دیا۔ اس کی بات کو سن کر وحید نے بے ساختہ لاحول پڑھی۔ نہ چاہتے ہوئے بھی واحد اور موحد کی ہنسی چھوٹ گئی تھی۔ تو گویا یہ دونوں عالم فاضل مستقبل کی "ڈاکٹرنیاں" کلر کہار کی مشہور معروف جھیل دریافت کر رہی تھیں۔ ان دونوں کو ہنستا دیکھ کر کملو کا منہ اتر گیا تھا جبکہ آئمہ نے بہت سنجیدگی کے ساتھ ان دونوں کو ٹوکتے ہوئے کہا۔

"دانت کیوں دکھا رہے ہو مجھے۔ جانتی ہوں تمہارے پورے بتیس دانت موجود ہیں۔" وہ اسے مزید بولنے پر اکسا رہی تھی۔ واحد کی مسلسل خاموشی اور سنجیدگی نے اندر سے اسے خائف کر رکھا تھا۔ واحد نے اسے نظرانداز کر کے کملو کو مخاطب کیا تھا۔

"کملو آپی! یہاں سے جھیل نہیں نظر آئے گی' صرف پہاڑ اور موٹروے نظر آئے گا سو آپ اپنی ننھی منی آنکھوں کو مت تھکائیں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

موحد کو ہنسی آگئی تھی جبکہ کملو نے بھی بلاوجہ ہنسنا شروع کردیا تھا۔ دراصل نرجس میں ایک بڑی خوبی یہ بھی پائی جاتی تھی کہ وہ کسی بھی بات کا برا نہیں مانتی تھی۔

"جھیل تو نظر نہیں آرہی' اب کیا ہوگا؟" کملو کی افسردگی ملاحظہ کرکے ودید نے ایک مرتبہ پھر لاحول پڑھی۔

"کملو آپی! پریشان کیوں ہوتی ہیں۔ جاتے ہوئے جھیل کی سیر بھی کرتی جایئے گا۔" واحد کے مشورے پر ودید تلملا کر رہ گیا کیونکہ وہ صرف واحد سے ملنے اور اسے کھانے پینے کا سامان دینے آئے تھے۔ جھیل پر جانے سے ٹائم ضائع ہونے کا خدشہ تھا۔

"جلدی سے لنچ وغیرہ سے فارغ ہوجاؤ' ہم بس آدھے گھنٹے تک واپس جارہے ہیں۔" ودید کے حکم نامے کو سن کر آئمہ اور نرجس نے جھٹ پٹ ہاٹ پاٹ کے ڈھکن کھول دیے تھے۔ سو گھر کے کھانوں کے ترسے واحد کے سارے دوست کھانے پر ٹوٹ پڑے تھے۔ پھر بریانی اور فرنی کھا کر جماعت آئمہ کا خصوصی شکریہ ادا کیا۔

ان سب کی تعریف سن کر آئمہ خوشی سے پھول پھول کر کپا ہوئی جارہی تھی۔ اس کی تعریفیں واحد کا سو فیصد دل جلا کر رکھ دیتی تھیں۔ جبکہ اس نے خود اس کی تعریف نہیں کی تھی۔

"ہم کالج کا وزٹ کرکے جائیں گے۔" آئمہ کی ضد پر اس کے تینوں بھائی ہمیشہ کی طرح نرم پڑ گئے تھے۔

"واحد! تم کملو اور آئمہ کو اپنا کالج دکھا لاؤ۔ پکنک منانے کے لیے تمہارے کالج سے بہتر کوئی جگہ نہیں۔" ودید کی "بکواس" پر واحد بھنا اٹھا تھا۔ پچھلے کئی سالوں میں کئی مرتبہ آئمہ نے اس کالج کا چپہ چپہ دیکھا تھا مگر اوپر سے پینڈو ڈل کی طرح ہر بلڈنگ کی فوٹو بنانے کا بھی جنون تھا۔

"یہ کون سی بلڈنگ ہے۔ کم از کم منہ سے تو کچھ پھوٹ دو۔" جب آئمہ نے تیسری مرتبہ اپنی بات دہرائی تو واحد نے شعلہ بار نظروں سے اسے گھورا تھا تاہم بولا کچھ بھی نہیں۔ مگر وہ آئمہ ہی کیا جو چپ رہ جاتی۔

"ہمیں کیا خبر' تمہارے کالج میں کیا کچھ ہے۔ پاگلوں کی طرح بس دوڑائے جارہے ہو۔" واحد نے یوں ظاہر کیا گویا اس نے کچھ سنا ہی نہیں۔

دو تین لمبے لمبے راؤنڈ لگوا کر جب وہ انہیں واپس لے کر آرہا تھا تب ہانپتی ہوئی نرجس اکیڈمک بلاک کے بینچ پر گر گئی۔ وہ بھی جان بوجھ کر انہیں طویل چکر کاٹ کر گیٹ تک لایا تھا۔

"صرف گراؤنڈ کا چکر لگا کر یہ حالت ہوگئی ہے تمہاری۔ ابھی تو تم نے ایکس کلاس روم دیکھنے ہیں۔ کمپیوٹر لیب اور انگلش لینگویج لیب دیکھنی ہے۔ لائبریری کا بھی وزٹ کرنا ہے۔ دو ایگزامز ہال بھی ہیں۔ چار کیڈٹ ہاسٹلز ہیں۔ چار وی کری ایشن رومز ہیں۔ دو عدد کیڈٹ میس بھی ہیں۔ ٹیچر ہاسٹل الگ ہے۔ ایک عدد کالج کیفے ہے۔ ایک عدد مسجد بھی ہے۔ آفس بلاک بھی الگ ہے۔ اور یاد آیا' باربر شاپ بھی ہے۔ جنریٹر روم' پانچ واٹر ٹینکس' دو ویلز' دو انڈر ڈیم بھی دیکھنے کے لائق ہیں۔ اتنا کچھ دیکھے بغیر چلی جاؤ گی۔۔۔ پھر ممی اور ودید سے شکایت کروگی میں نے تمہیں جان بوجھ کر اپنا کالج نہیں دکھایا۔ تھوڑی ہمت پکڑو اور میرے ساتھ آؤ۔ تم نے تو ابھی اپنا مشہور زمانہ تصویریں کھینچنے والا شوق بھی تو پورا کرنا ہے۔"

اس کے پچکارنے والے انداز نے نرجس اور آئمہ دونوں کو آگ ہی لگا دی تھی۔ وہ اس کی چالاکی اور مکاری پر سخت تاؤ کھا رہی تھیں۔ مگر آئمہ کوئی پھڑکتا جواب دے کر پہلے سے تپے واحد کو اور تپانا نہیں چاہتی تھی۔ ورنہ اگلے مہینے بھی وہ گھر نہیں آتا سو اس کے تمام تر طنز کو بہت صبر کے ساتھ حلق سے اتار کر آئمہ نے بڑے پیار بھرے نرم لہجے میں پوچھا تھا۔

"تم گھر کب آؤ گے واحد! ممی بہت اداس ہیں تمہارے لیے۔"

"ابھی کچھ کہہ نہیں سکتا۔ نیکسٹ ویک سے اسپورٹس گالا اسٹارٹ ہورہے ہیں۔ شاید میں چکر نہ لگاؤں۔" اس کا جواب سن کر آئمہ کچھ بجھ گئی تھی تاہم اس نے مزید اصرار نہیں کیا تھا۔ واحد نے کندھے اُچکا کر اس کے چہرے پر سے نظر ہٹالی تھی۔ یقیناً وہ واحد کی بے عزتی کا موقع ضائع ہوجانے پر افسردہ تھی۔

اس کی وجہ سے ممی کے ہاتھوں بچپن کی مار پیٹ اسے ابھی تک بھولی نہیں تھیں۔ ویسے بھی ممی کی گدی پر اب ان کی بیٹی جلوہ افروز تھی اور وہ بغیر کسی لحاظ کے ابھی تک موحد اور واحد کی دھنائی کرڈالتی تھی۔ مجال تھی جو اب بھی اس کے تینوں بھائی بغیر اطلاع کے رات گئے تک باہر رہتے۔ وہ تینوں شدت سے دعا گو تھے کہ جلد از جلد آئمہ کی شادی ہوجائے مگر آئمہ کی شادی کہاں ہوسکتی تھی۔ ابھی تو اس نے نجانے کس کس جہاں کا علم گھول گھول کر پینا تھا اور جانے وہ کون بدنصیب تھا جس کے مقدر آئمہ کے ساتھ پھوٹنے تھے۔ خیر' وہ جو بھی تھا۔ واحد کی بلا سے۔

☼ ☼ ☼

یہ اس کا کالج میں آخری سال تھا اور کالج میں ان دنوں اسپورٹس گالا سیزن اسٹارٹ ہورہا تھا۔ ہر پانچ سال بعد کھیلوں کے مقابلے ہوتے تھے۔ وہ باسکٹ بال کا بہترین کھلاڑی تھا۔

ممی کی خواہش تھی وہ صرف نصابی سرگرمیوں میں حصہ لیا کرے۔ غیر نصابی کوئی بھی کامیابی ممی کی نگاہ میں مقام نہیں رکھتی تھی۔ ممی کے بعد ان کی اکلوتی بیٹی اس کی رہنما' پیشوا بننے کی انتھک کوشش میں لگی ہوئی تھی۔

اسپورٹس گالا کے اسٹارٹ ہوتے ہی ممی کو ہول اٹھنے لگے تھے سو انہوں نے فوراً اپنی اسسٹنٹ کو خوب سکھا پڑھا کر اسے فون کرنے پر مجبور کردیا تھا۔ ممی کا خیال تھا اس کے فائنل ایگزامز سر پہ تھے اور اب وہ گیم کی طرف متوجہ ہوگیا تو اچھا رزلٹ نہیں لائے گا مگر وہ واحد ہی کیا جو ممی اور آئمہ کی کسی بات کو خاطر میں لاتا۔ پانچ سال سے وہ اسپورٹس گالا کا منتظر تھا۔ آخر پچھلے پانچ سال کی محنت' پریکٹس اور گیم سے جنون کی حد تک محبت سامنے آنا تھی۔ پھر وہ کیسے اتنا اہم موقع گنوا سکتا تھا۔

ممی چاہتی تھیں وہ یہاں سے پاس آؤٹ کرکے کاکول اکیڈمی چلا جائے۔ وہ اسے فوج کا اعلا آفیسر دیکھنا چاہتی تھیں۔ جبکہ آئمہ کی خواہش تھی وہ میڈیسن میں نام بنائے۔

اپنے تئیں ان دونوں ماں بیٹی نے واحد کے حوالے سے اونچے اونچے خواب دیکھ رکھے تھے۔ ممی چاہتی تھیں اس کے شانوں پر اسٹار سجیں اور ان کی بیٹی چاہتی تھی واحد سفید اوور آل میں آنکھوں پر چشمہ لگائے نظر آئے اور واحد کیا چاہتا تھا؟ اس بارے میں کسی نے کچھ نہیں سوچا تھا اس کی خواہش' تمنا اور خواب کیا تھے؟ انہیں جاننے کی کسی نے ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔ وہ سب اپنے اپنے خواب اس کی آنکھوں میں ٹھونس دینا چاہتے تھے۔

آئمہ کی کال سے پہلے احد کا فون بھی آیا تھا اور کم و بیش اس کی باتیں بھی واحد کے مستقبل کے گرد گھوم رہی تھیں۔ اس نے احد کو تو ٹال دیا تھا تاہم آئمہ کے چودہ طبق ضرور روشن کیے تھے۔

"تمہیں میرے فیوچر کے لیے پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ بس بالزاک کی "بیوڑھا گوریو" پڑھو اور اچھے اچھے مصنفین کی روحوں کو خراج تحسین پیش کرو۔ جو تم جیسوں کے لیے عظیم خزانہ چھوڑ گئے ہیں۔"

اس کی بکواس سن کر آئمہ بھی یقیناً "تپ اٹھی تھی۔

"ہمیں فکر نہیں ہوگی تو اور کسے ہوگی؟ تمہارا یہ سال بہت قیمتی ہے۔ مگر تمہیں کب اپنے فیوچر کی پروا ہوئی ہے۔ ہم لوگ ہی مرے جاتے ہیں تمہاری فکر میں۔" لوہا رکھنے کی تو وہ بھی قائل نہیں تھی۔ واحد

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

سر سے لے کر پیروں تک بھنا اٹھا تھا۔

"تو میں تمہارے پیروں میں گرا ہوا ہوں۔ تمہیں خود ہی مدر ٹریسا بننے کا شوق ہے۔ جب کوئی بندہ رعب جمانے کے لیے نہیں ملتا تو میرا دماغ چاٹنے لگتی ہو۔ میں تمہیں وارننگ دے رہا ہوں' میری رہنمائی کرنا چھوڑ کر خود کو اپنے بھائیوں اور اس مسکین اکلوتی سہیلی تک محدود رکھو۔"

آئمہ نے فوراً "موضوع تبدیل کر دیا۔

"ارے واحد! یاد آیا۔ تم نے میرے ہاتھ کے بنے موتی چور کے لڈو اور امرتی کھائی یقیناً" اسی طرح بند رکھے ہوں گے جیسے ہم چھوڑ کر آئے تھے۔ تم نے خود تو کھانے نہیں' اس معصوم پردیسی اسامہ کو دے دینا غریب گھر کی مٹھائیوں کا ترسا ہوا ہے۔ دعائیں دے گا مجھے ان دنوں مجھے سخت دعاؤں کی ضرورت ہے۔ میڈیکل کی ٹف اسٹڈیز نے میری مت مار کے رکھ دی ہے۔" آئمہ کی مزید "بکواس" بڑھتی دیکھ کر وہ فون بند کر دینا چاہتا تھا جب وہ اس کا ارادہ بھانپ کر فوراً" بول پڑی۔

"فضول بک بک میں کام کی باتیں بھلا دیتے ہو مجھے۔"

آئمہ کے اس نئے الزام پر وہ پھر سے پھڑک کر رہ گیا تھا۔

"اب پھوٹ بھی چکو' مجھے ابھی نیچے جانا ہے۔"

"وہ میں نے تم سے پوچھنا تھا۔ گھر کب آؤ گے؟ دو مہینے ہو چکے ہیں' تم نے اپنے درشن نہیں کروائے۔ ممی تمہیں یاد۔"

واحد نے اس کی پوری بات سنے بغیر فون بند کر دیا۔

☼ ☼ ☼

پورے ایک ہفتے کی محنت' بلکہ انتھک محنت' جنون' جوش اور جذبے کی بدولت واحد کی ٹیم باسکٹ بال کا مقابلہ جیت گئی تھی۔ اسے اپنی جیت کا پورا یقین تھا۔ مگر یہ سوچ کر واحد کے اندر کی خوشی کچھ ماند پڑ گئی تھی کہ ان کا یہاں سے کوچ کا وقت بھی قریب آ گیا ہے۔

اس دفعہ فروری میں برف پڑی تھی اور یہ برف جیسے تمام پاس آؤٹ کر جانے والے کیڈٹس کی آنکھوں میں جمتی جا رہی تھی۔ وہ اپنی مدت پوری کر کے بہترین یادوں کو ہمراہ لیے جانے والے تھے۔

انہیں بھیجنے والوں کے دل بھی بوجھل اور اداس تھے۔ اس عظیم درس گاہ سے جڑی یادیں بھلائی نہیں جا سکتی تھیں۔

واحد کا اپنا دل بھی بہت بوجھل تھا۔ ان کے کیریر کا صحیح معنوں میں آغاز ہو رہا تھا۔

وہ سب الگ ہونے والے تھے۔ ان میں سے کسی کی منزل ایک نہیں تھی۔ کسی نے ڈاکٹر بننا تھا' کسی نے انجینئر بننا تھا۔ کوئی پاک فوج کو جوائن کر رہا تھا۔ کوئی مزید اعلا تعلیم کے لیے باہر کا رخ کرنے والا تھا۔

اس رات وہ سارے دوست مل کر اپنے مستقبل کی منصوبہ بندی کرتے رہے تھے۔ اپنے اپنے خواب شیئر کر رہے تھے۔

اینول ڈنر اور اینول فنکشن میں سب کے والدین بھی آئے تھے۔ ان کے خوشی سے چمکتے چہروں پر خوابوں کے ستارے لشک رہے تھے۔ واحد کو پہلی مرتبہ ممی اور عماز چاچو کے چہرے پر اپنے لیے فخر نظر آیا تھا۔ وہ اسے محبت بھری نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ وہ واحد کو ہمیشہ بہت آگے سب سے آگے دیکھنا چاہتے تھے۔ اینول ڈنر کی رات واحد کے تمام دوست پچھلی بے شمار یادوں کو تازہ کر رہے تھے۔ تب اسامہ نے ان سب سے ایک سوال کیا تھا۔

"ان پانچ سالوں میں تم نے سب سے زیادہ کسے یاد کیا؟"

علی کہہ رہا تھا اس نے اپنی مما کو بہت یاد کیا۔ فرقان اپنے ابو کے قریب تھا۔ قاسم اپنی بڑی باجی کو زیادہ یاد کرتا رہا تھا۔ اسامہ اپنی دادی کے لیے بہت اداس رہتا تھا۔ ندیم کی اپنی ہم عمر پھوپھو سے خوب دوستی تھی' کاشر اور تقی اپنی ممی کے لیے کمبل میں منہ دے کر

روتے تھے۔ عباس اور فہد بھی اپنی ماما کو یاد کرتے تھے۔ جب واحد کی باری آئی اور اس سے سوال کیا گیا تو وہ ایک دم ہونق ہو گیا۔

وہ بھلا پچھلے پانچ سالوں میں سب سے زیادہ کسے یاد کرتا رہا تھا؟ کیا اپنے ڈیڈی کو؟ مری ہوئی ماں کو؟ ممی یا عماز چاچو کو؟ احد' ودید' موحد واحد کو؟ مگر وہ تو ان میں سے کسی کو بھی اتنی شدت سے یاد نہیں کرتا رہا تھا۔ ہاں اگر اس نے یاد کیا بھی تھا تو صرف اور صرف اپنے چاچو کی اس چالاک' مکار' عیار بیٹی کو۔ حقیقت تو یہ تھی چاہے اس نے برے الفاظ میں سہی مگر آئمہ کو ہی یاد کیا تھا۔ مگر وہ ہی سب سے زیادہ اس کی سوچوں پر قابض رہی تھی۔

اکثر کلاس روم میں لیکچر کے وقت اسے آئمہ کی کوئی چالاکی یاد آ جاتی تھی۔ میس میں لنچ کرتے ہوئے اور بریانی روسٹ سے لطف اندوز ہوتے ہوئے اسے آئمہ کے ہاتھ کا مچھلی پلاؤ یاد آ جاتا تھا' دراصل آئمہ نے اپنی "بکواس" کا حصار کچھ اس طرح سے واحد کے اردگرد کھینچ رکھا تھا کہ وہ چاہ کر بھی اس حصار کی زد سے باہر نہیں نکل سکتا تھا۔

☼ ☼ ☼

یہ ان دنوں کی ہی تو بات تھی' جب اس نے ایف ایس سی میں ٹاپ کیا تھا۔ تب ممی اور عماز چاچو نے اس کے اعزاز میں بہت بڑی ضیافت کا اہتمام کیا تھا۔ جس میں اس کے پرانے ٹیچرز اور کلاس فیلوز کو بھی دعوت دی گئی تھی۔ اسی پارٹی کے اختتام پر واحد کے سب دوستوں نے اپنے اپنے ارادوں کے متعلق آگاہ کیا تھا۔ معاً" شیفون کی زنک کلر کی ساڑھی کا پلو لہراتی ممی سج سج کر قدم اٹھاتی نہ جانے کہاں سے آ گئی تھیں۔ اور آتے ہی کس مان اور دھونس بھرے لہجے میں اس کے پیروں تلے سے زمین کھسکا دی تھی۔

"میرا واحد تو ان شاء اللہ فوج میں کمیشن لے گا۔ میرا بڑا پرانا خواب ہے یہ۔ میں واحد کو یونیفارم میں دیکھنا چاہتی ہوں۔"

اس نے بھری محفل کے سامنے اپنے بی بی اے کے ایڈمیشن کا بتا دیا۔ وہ اپنے باپ کے پاس امریکہ جانا چاہتا تھا اور بزنس ایڈمنسٹریشن کے حوالے سے اعلا ڈگریز لینا چاہتا تھا۔ اگرچہ اس کی خواہش' خواب یا تمنا کوئی انوکھی نہیں تھی۔ تاہم اس کا لہجہ' انداز اور الفاظ اتنے تلخ تھے' جو ممی سمیت کئی لوگوں کو پتھر کر چکے تھے۔ اسے نہ فوج میں جانا تھا' نہ آئمہ کی طرح ڈاکٹر بننا تھا۔ اسے بزنس کرنا تھا۔ وہ جانتا تھا بڑا سا کرنچ کیک لاتی آئمہ نے بھی اس کے الفاظ سن لیے تھے۔ اس کی رنگت کیسی موم کی طرح سفید پڑ گئی تھی۔ واحد نے غور نہیں کیا تھا۔ اس کے تو قدم بھی ڈگمگا گئے تھے۔ تاہم یہ سب کیفیات لمحاتی تھیں۔ ممی بھی سنبھل چکی تھیں۔ آئمہ نے بھی اپنے تاثرات پر قابو پا لیا تھا۔ تب ہی وہ سب کے درمیان کیک رکھتی بڑے ٹھوس اور مستحکم لہجے میں بولی تھی۔

"وش یو گڈ لک واحد!" اس نے بڑی خوب صورت مسکان لبوں پر سجا کے واحد کو مخاطب کیا۔

"مجھے واحد کی سوچ پر بہت خوشی ہوئی۔ میرا بیٹا آگے بڑھنے کے لیے ایک مقصد رکھتا ہے اور مجھے امید ہے یہ اپنی فیلڈ میں بہت کامیاب ہو گا۔"

ممی کی اعلا ظرفی نے اگرچہ واحد کو کچھ خفت زدہ کر دیا۔ تاہم بڑی ڈھٹائی سے مسکراتا رہا۔ البتہ اسامہ نے اسے خوب سخت سست سنائی تھیں۔

کچھ دن مزید گزرے تو واحد پھر سے گھر میں بھونچال لے آیا تھا۔ اس نے اعلان کر دیا کہ وہ مزید تعلیم پاکستان میں جاری نہیں رکھے گا۔ اسے ہر صورت امریکا بھجوا دیا جائے۔

مگر ایک مرتبہ پھر واحد کی خواہشات کو پیروں تلے روند دیا گیا تھا۔ اس کے ضد کرنے' غصہ کرنے' لڑنے جھگڑنے کے باوجود نہ ممی اسے باہر بھیجنا چاہتی تھیں اور نہ ہی ڈیڈی اس کے لیے ویزا بھجوا رہے تھے۔ اس دفعہ ممی کی حمایت میں پورا گھر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ نہ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

صرف آئمہ بلکہ اس کے چاروں بھائی بھی واحد کے راستے کی رکاوٹ بن گئے تھے۔ اسے ممی سمیت گھر کے ایک ایک فرد سے چڑ ہو گئی تھی۔

اس کی تمام تر ضد' غصہ' بھوک ہڑتال بے کار ہو گئی۔ عماز چاچو اس کا یونیورسٹی میں ایڈمیشن کروا آئے گویا کسی بھی فرد کو واحد کی پروا نہیں تھی۔

وہ احتجاجاً" بھوکا پیاسا یونیورسٹی چلا جاتا تھا اور ممی کی چچی اطمینان سے اپنے بھائیوں کو پراٹھے ٹھنسواتی رہتی۔ ان دنوں وہ بہت ہی مطمئن نظر آتی تھی۔

واحد کے دل سے ان لوگوں کے لیے نرمی' پیار' سکون' اطمینان سب ختم ہو گیا تھا۔ وہ جان بوجھ کر ان لوگوں کو زچ کرنے کے لیے ہر حربہ استعمال کرتا تھا۔ ممی کے صدیوں سے بنائے قوانین' اصول اور قواعد اس نے ٹھوکروں سے اڑا دیے تھے اور وہ ہر وہ کام کرتا جس سے ممی اور خصوصاً" آئمہ کو تکلیف ہوتی۔ گھر لیٹ آتا' اکثر کھانا بھی باہر سے کھاتا' زیادہ وقت سیر سپاٹوں میں گزارتا۔ تاہم پڑھائی سے اتنا لاپروا ہرگز نہیں تھا۔ مگر ظاہر یہی کرتا۔

تھوڑا وقت آگے گزرا تو واحد نے گھر سے کھانا اور گھر میں ہی سونا شروع کر دیا تھا۔ تاہم گھر والوں سے اس کے تعلقات بحال نہیں ہو سکتے تھے اور گھر والے بھی محض اسی بات پر خوش تھے کہ کم از کم واحد آنکھوں کے سامنے تو ہے' یہ ان کی محبت اور پیار کی انتہا تھی۔ وہ اس کی غلطیوں کو' کم فہمیوں کو درگزر کر دیتے تھے۔

اگرچہ ممی نے ہاتھ ہولا رکھا تھا مگر آئمہ کو پورے اختیارات دے رکھے تھے۔

میڈیکل کی ٹف پڑھائی سے وقت نکال کر وہ اور اس کی سہیلی خصوصی طور پر واحد کی جاسوسی کیا کرتی تھیں۔ وہ کملو کو تو کچھ نہیں کہتا تھا اور اس کے ڈیڑھ سال بڑے پن کا لحاظ کر جاتا تھا۔

یہ بھی ان ہی دنوں کا قصہ ہے جب وہ رو پیٹ کر اپنے سمسٹرز مکمل ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔

آئمہ اور اس کی تکرار معمول کا حصہ تھی۔ وہ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتی تھی۔ کبھی کبھی اس کی بے ہودہ شرارتوں میں کملو آپی بھی حصہ ڈالنے پہنچ جاتی تھیں۔

اس صبح واحد اپنی نیند پوری کر کے نہا دھو کر فریش ہونے کے بعد نیچے آیا تو ڈائننگ ہال گھر والوں سے بھر چکا تھا۔

واحد کو دیکھ کر سب ہی کے چہروں پر مسکراہٹ چمک اٹھی تھی۔ آج وہ بہت دن بعد سب کے ساتھ ناشتا کرنے آیا تھا۔ سو ممی اور عماز چاچو بہت ہی خوش تھے' ایک سنہری طشتری میں گرما گرم جلیبیاں مل کر آئمہ کچن سے باہر نکل آئی۔

"میں یہ کھاؤں گا؟" واحد سے زیادہ دیر تک صبر نہیں ہو سکا تھا۔

"کیوں۔ تمہارے لیے یہ حرام ہیں؟" ایسا کرارا جواب آئمہ کی طرف سے ہی مل سکتا تھا۔ اس کے چاروں بھائی کھی کھی کر کے ہنسنے لگے۔

وہ کرسی گھسیٹ کر اٹھنے لگا تھا۔ جب احد نے زبردستی اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔

"کہاں جا رہے ہو؟ بیٹھو' یہاں ابھی تمہارا من پسند ناشتا آ جاتا ہے۔"

"مجھے نہیں کرنا۔" واحد جیسے اینٹھ گیا تھا۔

"چل یار! محبوبہ جیسے نخرے نہ دکھا۔" احد نے زبردستی اس کے گلے میں بانہیں ڈال لیں۔

تب ہی بڑا سا تھال رومال سے ڈھکے کملو آپی آتی دکھائی دی تھی۔ اس کے خوان کو دیکھ کر واحد کی جان میں جان آئی تھی۔ یقیناً" کملو اپنے گھر سے ان کے لیے کچھ بنا کر لائی تھی۔ اس نے مسکرا کر اٹھلا کر اور قدرے شرما کر تھال موحد اور ودید کے سامنے رکھ دیا تھا۔ واحد کچھ ہونق ہو گیا تھا مگر اس کے گلابی چہرے پر پھیلی سرخی نے اس کے اندازوں پر مہر لگا دی تھی۔ یقیناً" ممی کا کوئی ایک بیٹا کملو کے کھلے پن پر فدا ہو گیا تھا۔ اس نے موحد اور ودید کو غور سے دیکھا تھا جو کملو کے بیر بہوٹی بننے پر قطعاً" متوجہ نہیں تھے' اور احد بھی

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش
یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے
ہم خاص کیوں ہیں:۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کُتب کی مکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM
Online Library For Pakistan
Like us on Facebook
fb.com/paksociety
twitter.com/paksociety1

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

بڑے اطمینان سے جلیبیاں ٹھونس کر اخبار پڑھ رہا تھا' پھر جانے کملو نے یہ ناز بھری ادا کسے دکھائی تھی؟" کیا مجھے؟" اپنی اس سوچ پر وہ سر تا پا ہل کر رہ گیا تھا۔

خوف کے مارے اس سے کچھ سوچا نہیں گیا تھا۔ پھر قیمے والے پراٹھے' بھنی ہوئی کلیجی اور اچاری ہانڈی دیکھ کر کوئی سوچ ذہن میں آ نہیں سکتی تھی۔ سو وہ آئمہ کو چڑا چڑا کر اور جتلا جتلا کر سنہری تھال پر جھپٹ پڑا تھا۔

"یہ سب کچھ لے کر آنا ضروری تھا؟" آئمہ سے برداشت نہ ہو سکا تو پھٹ پڑی۔ اس کی بنائی جلیبیاں ٹھنڈی ہو چکی تھیں۔ جبکہ کملو شان بے نیازی سے فرما رہی تھی۔

"تو کیا خالی ہاتھ آجاتی۔ ایک تو اتنا اچھا ناشتا لائی ہوں' اوپر سے محترمہ کے مزاج نہیں مل رہے۔"

"کون سا میرے لیے لائی ہو۔" وہ واحد کو پراٹھے کھاتے دیکھ کر اور بھی غضب ناک ہو رہی تھی۔ وہ اس کی سنہری شیرے سے بھری جلیبیوں پر کملو کے پراٹھوں کو ترجیح دے رہا تھا۔ آج تک اس کے ہاتھ سے بنی کسی چیز کی اس نے تعریف نہیں کی تھی اور اب کملو کی شان میں قصیدے پڑھ رہا تھا۔

"کملو آپی! آپ کے ہاتھ میں ذائقہ بہت ہے۔" واحد نے اسے مزید سلگایا۔

"اگرچہ نرجس کے ہاتھ میں بہت ذائقہ ہے' پر آئمہ جیسی کوکنگ کوئی کر ہی نہیں سکتا۔" احد نے بروقت مداخلت کی تھی۔ اسے اپنے بھائیوں پر ایسے ہی مان نہیں تھا۔ اپنی بہن کی سبکی کہیں نہیں ہونے دیتے تھے۔

"ایسی سیاسی تعریف؟ کتنے چالاک ہیں آپ۔" وہ ٹھنکتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ ادھر احد کے ہونٹوں پر بڑا شگفتہ تبسم نمودار ہو گیا تھا' پھر وحید اور موحد بھی دانت نکوسنے لگے تھے۔ واحد ہونقوں کی طرح ان لوگوں کو ہنستا دیکھ رہا تھا اور ان کی باتیں سمجھنے سے قاصر تھا۔ وہ آپس میں معمولی سی نوک جھونک میں مصروف ہو چکے تھے۔

"دراصل احد پریکٹس کر رہا ہے۔ فیوچر میں آئمہ اور کملو نے اسی گھر میں جو رہنا ہے۔ دونوں ہی کوکنگ کی شیدائی ہیں' سو فیوچر میں یہ گھر چھلی بازار بن جائے گا۔ یہاں کوکنگ شوز ہوں گے' کھانوں کے مقابلے ہوں گے اور سب سے پتلی حالت ان کے شوہروں کی ہوگی۔ کملو پر ترس آرہا ہے۔ مستقبل میں بھی آئمہ نہ اپنے شوہر سے اس کی تعریف ہونے دے گی' نہ اپنے بھائی سے' تو پھر میری ساری ہمدردیاں اپنی "کملو بھابھی" سے ہیں۔"

وحید کے مزاحیہ انداز نے آئمہ سمیت سب ہی کو کھلکھلا کر ہنسنے پر مجبور کر دیا تھا۔ وہ فوراً" ہی کرسی گھسیٹ کر نشوا اٹھاتا بھاگ نکلا۔ باہر آکر بھی پیشانی پر اُمڈتا پسینہ صاف کرتے ہوئے اسے وحید کی بات سوچ کر جھرجھری آرہی تھی۔

☼ ☼ ☼

ان ہی دنوں کملو اور آئمہ نے ایم بی بی ایس میں شان دار کامیابی حاصل کر لی تھی۔ ان دونوں کا ہاؤس جاب اسٹارٹ تھی اور پورا پورا دن آئمہ گھر میں نظر نہیں آتی تھی۔ مگر جب گھر میں ـــ ہوتی تو پرانے ہتھیاروں سے لیس میدان میں اتر آتی تھی۔

اس دن بھی واحد پروین سے کپڑے استری کروا رہا تھا' جب آئمہ عجلت میں اس کے بیڈ روم کا دروازہ کھول کر اندر آگئی۔

"پروین! کیا کر رہی ہو تم' نیچے جاؤ۔ ممی بلا رہی ہیں تمہیں۔" اس نے پروین کو نیا حکم نامہ سنایا اور آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے استری پکڑ لی تھی۔

جب واحد واش روم سے نہا کر باہر نکلا۔ پروین کی جگہ آئمہ کو دیکھ کر اس کے ماتھے پر بل پڑ گئے تھے۔ اس نے تولیہ بیڈ پر پٹخ دیا۔

"پروین کہاں ہے؟ تم نے میرے کپڑوں کو ہاتھ کیوں لگایا؟" اس نے آئمہ کے ہاتھ سے شرٹ کھینچ لی۔

"ایک تو تمہارے کام کرتی ہوں' مفت میں ہر چیز

کہنے سے پہلے حاضر کر دیتی ہوں' اوپر سے صاحب بہادر کے مزاج ہی نہیں ملتے۔" آئمہ نے اس کے ہاتھ سے شرٹ دوبارہ کھینچ لی۔

واحد نے اس کی استری کی ہوئی شرٹ کو دوبارہ گول مول کر کے اچھال دیا۔ اور ایک دوسری شرٹ بغیر پریس کیے پہن لی۔ آئمہ حق دق سی کھڑی دیکھتی رہ گئی تھی۔

"تم اس قابل ہو ہی نہیں ـــ یہ تو بس میں ہی ـــ" جانے غصے سے بولتے ہوئے اس کی آواز اتنی بھرا کیوں گئی تھی یا پھر واحد کو ہی شک گزرا تھا' مگر اس نے آئمہ کی آنکھوں میں چمکیلا پانی بھی اُمڈتا دیکھا تھا۔ اندر کہیں اسے کمینی سی خوشی سرشار کرنے لگی تھی۔ آخر اس نے بھی اس منہ پھٹ چڑیل کا منہ بند کر ہی دیا تھا۔ پھر تو گویا واحد کے ہاتھ آئمہ کی کمزوری آگئی تھی۔ وہ اسے اکثر ہرٹ کرنے لگا۔

یہ شغل نہ جانے کب تک جاری رہتا' جب ایک روز اچانک ڈیڈی نے پاکستان آنے کی اطلاع دی تھی۔

☼ ☼ ☼

واحد بھی چونکہ فائنل سمسٹر سے فراغت پا چکا تھا۔ اس کا ایم بی اے مکمل ہو گیا تھا۔ سو وہ بھی ان دنوں سارا وقت گھر میں گزار رہا تھا لیکن اسے حیرت ہو رہی تھی۔ ممی آئمہ کو ساتھ لیے دھڑا دھڑ شاپنگ کر رہی تھیں۔ ان کا زیادہ وقت بازار میں گزرتا تھا۔

اس دن آئمہ کچن میں کھڑی چائے بنا رہی تھی۔ جب ٹی وی پر کوئی میچ دیکھتا واحد موقع پا کر اس کے پیچھے کچن میں چلا آیا تھا۔

"کچھ چاہیے؟" اس کی آواز خاصی نرم تھی۔

"نہیں ـــ" واحد نے فوراً" نفی میں سر ہلایا۔

"تم سے کچھ پوچھنا تھا؟"

"زہے نصیب۔" آئمہ اس کے الفاظ پر نہال ہوتی گویا پوری کی پوری واحد کو دیکھتے ہوئے اس کی طرف گھوم گئی تھی۔

"یہ گھر میں آج کل کیا ہو رہا ہے؟" واحد نے کچھ دیر بعد بڑی حیرت سے کہا تھا۔

"کیا ہو رہا ہے؟ تمہیں نہیں پتا' ڈیڈی آرہے ہیں۔" اس کے لہجے میں ہلکی ہلکی خفگی نمایاں تھی۔

"ڈیڈی تو آرہے ہیں۔ یہ ممی کیا کرتی پھر رہی ہیں۔ کیا ڈیڈی کے لیے زرق برق ملبوسات خریدے جا رہے ہیں؟" اس کے طنزیہ لب و لہجے پر وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"بھاڑ میں جاؤ تم۔" واحد دانت کچکچا کر پلٹنے ہی والا تھا جب آئمہ ایک دم اس کے سامنے آگئی۔

"ارے ـــ ارے ـــ کہاں جا رہے ہو' سنو تو۔" آئمہ نے واحد کا بازو دبوچ لیا۔ وہ اسے منہ لگا کر ہی پچھتا رہا تھا۔

"زرق برق ملبوسات خریدنے کی وجہ پوچھے بغیر ـــ جا رہے ہو۔"

"ہٹاؤ ـــ" اس نے ناک بھوں چڑھا کر کہا۔

"احد اور کملو کی منگنی ہونے والی ہے۔" واحد کا منہ تو مارے حیرت کے کھلتا گیا۔

"احد اور کملو؟ مگر کیسے؟ احد کیسے مان گیا؟" وہ کملو جس کے کھلے پن پر آئمہ کے سارے بھائی ایسے ایسے نادر و نایاب جملے کسا کرتے تھے۔ اب اسی کملو سے احد کی منگنی ہو رہی تھی' جو بہت ہی ذمہ دار اور قابل ترین سرجن تھا۔ اگرچہ کملو خوب صورت تھی' تعلیم یافتہ تھی' مگر کچھ بدھو بھی تھی۔ ان سب کے ہاتھوں مذاق کا نشانہ بننے والی کملو' احد کے دل کی مالکن بننے جا رہی تھی۔

"احد صاحب کی رضا کے عین مطابق تو ہو رہا ہے۔" اب وہ مسکرا رہی تھی۔

"احد کا دماغ تو نہیں چل گیا۔" واحد نے انتہائی تاسف سے کہا تھا۔

"دماغ ہی چلتا ہے تو محبت ہوتی ہے۔"

واحد ہونقوں کی طرح آئمہ کو برتن دھوتے دیکھ رہا تھا۔

☼ ☼ ☼

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

پھر بہت سارے دن دبے پاؤں گزر گئے تھے۔ واحد کو ڈیڈی کے اچانک واپس آنے کی وجہ سمجھ نہیں آرہی تھی۔ پھر اس نے یہی خیال کیا تھا کہ وہ واحد کی منگنی کے لیے آرہے ہیں۔ مگر ڈیڈی نے یہاں آکر دھماکا کیا تھا کہ وہ تو مستقل واپس آچکے ہیں۔ واحد کے لیے ڈیڈی کا یہ انکشاف انتہائی تکلیف دہ تھا۔ وہ جو یہاں ایک ایک دن گزار رہا تھا کہ ڈیڈی ویزا بھیجیں گے اور وہ امریکہ چلا جائے گا۔ ڈیڈی کی پلاننگ سن کر حواس باختہ رہ گیا۔

ممی کی فیملی اور ڈیڈی نے ہمیشہ اس کے ارمانوں کا خون کیا تھا۔ پہلے ممی نے اسے باہر نہ جانے دیا کہ ایم بی اے کے بعد ہائر اسٹڈیز کے لیے باہر چلے جانا اور اب ڈیڈی اسے خون کے آنسو رلانے پہنچ چکے تھے۔ گویا باہر جانے کا اس کا اکلوتا خواب کانچ کی مانند بکھرنے والا تھا۔

ڈیڈی کی فیملی سے اس کے گھر والے فوراً" گھل مل گئے تھے۔ ممی کی دوسری امی سے خاصی دوستی تھی۔ آج کل دونوں ہی دھڑا دھڑ شاپنگ کررہی تھیں۔ اپنی نئی امی سے تو اس نے زیادہ بات نہیں کی۔ مگر اپنی چھوٹی بہن سے زیادہ عرصہ دور نہیں رہ سکا تھا۔ کچھ وہ تھی بھی بہت پیاری معصوم اور بے حد محبت کرنے والی۔

"میری کتنی بڑی خواہش پوری ہوگئی ہے بھائی! ہم سب اب ایک ساتھ ہی رہیں گے۔" مائلہ ایک ہزار مرتبہ یہ الفاظ دن میں دُہرایا کرتی تھی۔ اگرچہ اس کی خواہش پوری ہوگئی تھی۔ مگر واحد کے خواب' شوق اور خیال کیسے ٹکڑے ٹکڑے ہوکر بکھر گئے تھے۔

ڈیڈی اپنا بزنس سیٹ کرنے میں لگے ہوئے تھے۔ موحد اور اس کا پیارا دوست اسامہ کاکول سے چند سال پہلے پاس آؤٹ کرکے مختلف شہروں میں تعینات ہوچکے تھے۔ دونوں کے شانوں پر کچھ نئے اسٹارز کا اضافہ ہوچکا تھا اور ایک مرتبہ پھر واحد کی خواہش اور ضد کے سامنے ڈیڈی کی شرط دیوار چین بن گئی تھی۔

"ٹھیک ہے۔ میں تمہارے امریکا جانے کے تمام انتظامات کروا دیتا ہوں۔ تاہم میری ایک شرط ہے۔ تمہیں یہاں نکاح یا شادی کرکے جانا ہوگا۔" ڈیڈی نے فیصلہ کن لہجے میں اپنی بات اسے سمجھا دی تھی اور امریکا جانے کے لیے تو وہ کچھ بھی کرسکتا تھا۔ پھر ڈیڈی کی شرط اتنی بڑی نہیں تھی۔

ڈیڈی نے اسے ریڈنگ روم میں بلوایا تھا اور بہت سالوں سے جمع شدہ ایک ایک بات اس کے کانوں میں اُنڈیلی تھی۔ ڈیڈی نے اسے بتایا کہ کیسے انہوں نے انتھک محنت کی۔ امریکا میں کتنے دھکے کھائے تھے۔ کتنا ذلیل و خوار ہوتے رہے تھے اور کتنے بے شمار سال بے روزگار بھی رہے تھے۔ وہ اپنی ناتجربہ کاری کے باعث ایک ایکسیڈنٹ کے جرم میں کافی سال جیل بھی رہے تھے۔ تب اس کی دوسری امی نہ جانے کیسے محنت مشقت کرکے وکیل کو دینے کے لیے رقم جمع کرتی تھیں۔ دراصل ممی اور عماز چاچو نے اسے کبھی کچھ بتایا ہی نہیں تھا۔ وہ اسے ہمیشہ "سب ٹھیک ہے" کی خبر دیتے تھے۔ ڈیڈی اس کے لیے بہت بھاری رقم اور تحائف بھیجا کرتے تھے۔ وہ ایسی ہی باتیں بچپن سے سنتا آیا تھا' جبکہ ڈیڈی اب اسے کوئی اور ہی کہانی سنا رہے تھے۔

ڈیڈی اتنے سال جیل میں رہنے کی وجہ سے پاکستان اس کے نام پھوٹی کوڑی نہیں بھیجا پائے تھے۔ وہ اس کی یاد میں تڑپتے رہتے تھے' مگر واپس آنہیں سکتے تھے۔ اس کی تمام تعلیم و تربیت کا سہرا ممی اور عماز چاچو کے سر جاتا تھا۔ جب وہ شرمندہ ہوکر اپنے بھائی کو فون کرتے تو چاچو الٹا ان سے خفا ہوجاتے۔ واحد انہیں اپنے بچوں سے بڑھ کر عزیز تھا اور اس پر خرچ کرتے ہوئے انہیں قطعاً" پریشانی نہیں ہوتی تھی۔

ڈیڈی نے اسے بتایا تھا۔ اول روز سے لے کر آج تک اس کے بورڈنگ کے اخراجات سے لے کر یونیورسٹی لیول تک کی تعلیم میں انہوں نے ایک روپیہ عماز چاچو کو نہیں دیا تھا۔ ڈیڈی اپنے بھائی کی محبتوں' پیار' احسان' ایثار کو خراج تحسین پیش کررہے تھے۔ وہ اپنے بھائی کے قرض دار تھے۔ وہ ان کی محبتوں کا بدلہ اتار ہی نہیں سکتے تھے۔ بعد میں ان کے حالات بہتر

ہوجانے کے باوجود بھی عماز چاچو نے ان سے واحد پر خرچ کرنے کے لیے کبھی ایک روپیہ نہیں لیا تھا۔

ڈیڈی کی نم آنکھوں میں عماز چاچو کے لیے محبتوں کا جہان آباد تھا۔ یہاں تک تو ٹھیک تھا؟ مگر اس سے آگے؟ واحد دھیرے دھیرے کھٹک ضرور رہا تھا۔ کہیں دور اسے خطرے کے الارم بھی محسوس ہورہے تھے۔

پھر کچھ دن بعد اس کے تمام وسوسے اور خدشے ناگ کی طرح پھنکارتے اس کے سامنے آگئے تھے۔

احد اور کملو کے ولیمہ کے فنکشن میں ڈیڈی نے باقاعدہ واحد اور آئمہ کی منگنی کا اعلان کردیا تھا۔ کوئی شاکڈ ہوا تھا یا نہیں۔ تاہم واحد کی آنکھوں کے سامنے تو زمین و آسمان گھوم گئے تھے۔

اس کی دوسری امی نے آئمہ کو انگوٹھی پہنائی تھی۔ تب وہ کچھ بول نہیں پایا تھا۔ مگر فنکشن کے بعد تو گویا سلطان ہاؤس میں بھونچال آگیا تھا۔

واحد نے ببانگ دہل اعلان کردیا تھا۔ اسے یہ زبردستی کا رشتہ قطعاً" گوارہ نہیں تھا اور وہ اس جبراً" منگنی کو سرے سے تسلیم ہی نہیں کرتا تھا۔ مگر ڈیڈی کچھ سننے کو تیار نہ تھے۔

ڈیڈی کے دل میں تو وہ مدتوں سے تھی۔ اس کی دوسری امی اور مائلہ کو بھی آئمہ نے اپنی چکنی چپڑی باتوں سے گھائل کرلیا تھا۔

واحد کی ناگواری' غصہ' ضد' نفرت اور مسترد کرنے کی خبریں سن سن کر بھی بڑی مطمئن تھی۔ یقیناً" اس میں عزت نفس اور انا نام کی کوئی چیز نہیں — تھی۔ ورنہ جتنی دفعہ وہ اسے مسترد کرچکا تھا' اپنی ناپسندیدگی اور غصے کا اظہار کرچکا تھا۔ اب تک تو آئمہ کو چاہیے تھا ہزار مرتبہ اس پر لعنت بھیج دیتی۔ منگنی کی انگوٹھی اس کے منہ پر دے مارتی یا پھر خود ہی انکار کردیتی۔

واحد نہیں جانتا تھا کہ بچپن سے ایک ہی شبیہ کو دل میں سجانے والی بھلا کیسے ایک ہی جھٹکے سے اس شبیہ کو نوچ پھینک دیتی۔ جبکہ اس کی ماں نے بہت اوائل عمر میں ہی واحد کے حوالے سے کچھ خواب آنکھوں میں سجا دیے تھے۔ کچی عمر کے بڑے پکے خواب تھے۔ بھلا ان کے رنگ کیسے اُتر جاتے؟

آئمہ کو پورا یقین تھا۔ وہ صرف امریکا جانے کے لالچ میں اس — نام نہاد رشتے کا ہار گلے میں لٹکائے ہوئے ہے۔ امریکا جاتے ہی منگنی توڑنے کا سندیسہ سنا دے گا اور اس کے سارے خدشات اور اندازے تب ثابت ہوگئے تھے جب وہ ایمبیسی کے چکر لگاتا بڑا مسرور تھا اور آتے جاتے آئمہ کو جتلانے سے باز نہیں آتا تھا۔

"جاتے ہی "میم" پھڑکاؤں گا۔ میرے انتظار میں نہ بیٹھی رہنا۔ میرے نزدیک اس منگنی کی کوئی اہمیت نہیں۔" واحد کے یہ الفاظ اس کی انا پر کاری ضرب تھے۔

آئمہ کو وہ بار بار مسترد کرتا تھا۔ آخر کس بنیاد پر؟ کیا وہ ان پڑھ تھی؟ بدصورت تھی؟ بدکردار تھی؟ جس کو قرنوں سے اپنی سوچوں' خیالوں اور خوابوں کی ڈوریں تھما رکھی تھیں۔ آج وہی اسے خاک دھول کررکھا تھا۔

اس دن بھی صبح صبح وہ اس کے اعصاب پر سوار ہوچکا تھا۔

"جاتے کے ساتھ ہی منگنی توڑ دوں گا' تم یہ انگوٹھی اتار کر مائلہ کو دے دینا۔" وہ فریج میں سے جوس نکالتا' ناشتا بناتی آئمہ کے سر پہ ہتھوڑا مار رہا تھا۔ آئمہ کے تاثرات اسے مزا دے گئے تھے۔ اس کی پھیکی پڑتی سفید رنگت اور لرزتی پلکیں' کتنی خوب صورت ساعت واحد کے نصیب میں آئی تھی۔

"کل کے توڑتے آج ہی منگنی توڑ دو۔ میں تو شکرانے پڑھوں گی' تم جیسے فضول' بے ہودہ انسان کے ساتھ زندگی ضائع کرنے سے بہتر ہے بندہ کنوارا ہی مر جائے۔" وہ اتنی غصے میں تھی کہ بغیر سوچے سمجھے بولے جارہی تھی۔ "منگنی تو میں ضرور توڑوں گا' پر ایک مرتبہ امریکہ چلا جاؤں۔" وہ اسے جلا رہا تھا۔

"ہونہہ۔ امریکا چلا جاؤں۔" وہ اس کے لہجے کی نقل اتار رہی تھی۔ "میرے ساتھ منہ ماری کروگے تو ڈیڈی سے کہہ کر تمہارا ویزا کینسل کروادوں گی اور تم

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

جانتے ہو میں ایسا کر سکتی ہوں۔" اور اس کی دھمکی نے صحیح معنوں میں واحد کا سانس تک الجھا دیا تھا۔ اس کی دھمکی چونکہ محض دھمکی نہیں ہوتی تھی اور وہ عمل کر کے بھی دکھا دیتی تھی۔

"امریکا نہیں جاؤں گا تو مر جاؤں مگر — یہ فضول سا رشتہ تو ہر صورت توڑ ڈالوں گا۔" وہ ایک مرتبہ پھر آئمہ کا رنگ بدلتے دیکھ رہا تھا۔

"کہا نا جو مرضی کرو' مگر میری جان چھوڑ دو۔" وہ دونوں ہاتھ اس کے سامنے جوڑتی یک لخت کچن سے باہر نکل گئی تھی۔ واحد کو اس کی آنکھوں سے نکلنے والے آنسوؤں نے ٹھٹکا دیا تھا۔

تو کیا آئمہ کو یہ رشتہ اتنا عزیز تھا یا پھر محض اپنے دھتکارے جانے پر آزردہ تھی؟ یہ سوچ بڑی دیر بعد اس کے ذہن میں آئی تھی۔

مگر وہ ایک مرتبہ پھر تقدیر کے شکنجے میں جکڑا گیا تھا۔ ہوا کچھ یوں کہ سٹے کٹے ایک دم فٹ اور چاق و چوبند ڈیڈی ہارٹ اٹیک کی زد میں آگئے تھے۔ اگرچہ اٹیک شدید نہیں تھا۔ مگر دوسری امی اور مائلہ سخت ہراساں ہو گئی تھیں۔ اس کے امریکا جانے میں مختصر سے دن رہ گئے تھے۔ مگر مائلہ اسے جانے نہیں دے رہی تھی۔

"ڈیڈی کو آپ کے پیچھے کچھ ہو گیا تو ہم کیا کریں گے بھائی! آپ ہمیں تنہا چھوڑ کر مت جائیں۔" فی الحال اس نے امریکا جانا ملتوی کر دیا تھا۔ یہ خبر گھر بھر کو بہت مسرور اور شاد کر چکی تھی۔ گویا سب چاہتے ہی یہی تھے۔

ڈیڈی نہ صرف بیمار ہوئے' بلکہ انہوں نے نوے فیصد اباؤں کی طرح "میری زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں' مائلہ کو اور تمہیں گھر بار والا دیکھنا چاہتا ہوں' وغیرہ وغیرہ۔" رٹ لگا کر اسے عاجز کر دیا تھا۔

ڈیڈی کی یہ رٹ عماز چاچو اور احد کے کانوں تک بھی پہنچ چکی تھی۔ سو وہ ڈیڈی کی خوشی اور خواہش پوری کرنے کے لیے پورے دل سے تیار ہو چکے تھے۔ عماز چاچو نے اپنے خلوص کے آخری ڈونگرے برسا کر ڈیڈی کی اس پریشانی کا بھی گویا خاتمہ کر دیا تھا اور مائلہ کو موحد کے لیے مانگ لیا۔ جانے چاچو کے بیٹے اتنے فرماں بردار کیسے تھے؟ چاچو نے ایک فون کیا اور موحد کھاریاں سے اڑتا ہوا لاہور پہنچ گیا تھا۔

ڈیڈی کو گویا دو جہان کی خوشیاں مل گئی تھیں' ان کی خواہش پر موحد اور مائلہ کا نکاح کر دیا گیا تھا۔ تاہم جب واحد کی باری آئی تو وہ ماش کے آٹے کی طرح اینٹھ گیا۔ اس نے آئمہ سے نکاح کرنے پر طوفان کھڑا کر دیا تھا۔ وہ منگنی توڑ بھی سکتا تھا۔ مگر نکاح توڑنے کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔

"موم کا گڈا ہوں میں' جس کا جو دل چاہے گا' میرے بارے میں فیصلہ کرتا رہے گا۔ بچپن سے لے کر اب تک آپ سب کے ناجائز فیصلوں کی بھینٹ چڑھایا گیا ہوں۔ ناک پونچھنے کی عمر میں کالے پانی کی سزا دے دی۔ پر کسی سے کیا شکوہ کروں؟ جب آپ کو ہی میرا احساس نہیں تھا۔"

واحد نے اپنے اندر کے اس زہر کو اگل ہی دیا تھا جو اسے ممی اور عماز چاچو سے متنفر کرنے کا سبب بنا تھا۔ اس کا ننھا ذہن بورڈنگ کی سختیوں کے لیے تیار نہیں تھا۔ اس کے اندر آشیانے سے دور رہنے کی اذیت پلتی رہی تھی' جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ناسور کی شکل اختیار کر گئی تھی۔ ڈیڈی کے ہزار دلائل' ان کی پر اذیت مشقت سے بھری زندگی کے بارے میں سن سن کر بھی اس کا دل نہیں پسیجا تھا۔ ڈیڈی نے تنگ آکر ساری نرمی' پیار اور حلاوت ایک طرف لپیٹ کر رکھ دی تھی۔ انہوں نے غصے میں غضب ناک ہو کر کہا تھا۔

"میں دیکھتا ہوں امریکا میں بغیر سپورٹ اور پیسے کے تم کیسے رہتے ہو۔ پڑھائی کے ساتھ ساتھ جانوروں کی طرح کام کر کے بھی دو وقت کی روٹی کما نہیں پاؤ گے۔ تم من مانیاں کر کے ضرور پچھتانے والے ہو اور میں تمہیں پچھتاتا نہیں دیکھ سکتا۔"

ڈیڈی کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر واحد کا دل بری طرح سے لرز گیا تھا۔ وہ اپنے بیمار باپ کو کتنا پریشان کر رہا تھا۔ حالانکہ وہ جانتا بھی تھا۔ اس کا باپ پردیس

کی مشقت کاٹ کر آیا ہے۔

وہ شرمندہ اور پشیمان ضرور تھا۔ مگر اس پشیمانی اور جذباتی گفتگو کے دوران بھی اس نے دماغ کو حاضر رکھا تھا۔ وہ پھر بھی آئمہ کے ساتھ نکاح کا رسک لینے والا نہیں تھا۔ وہ بہت چالاک' مکار اور پھاپھا کٹنی ٹائپ کی لڑکی تھی۔ اسے نرجس جیسی معصوم' ذرا دبو' تھوڑی کملی اور سیدھی سادی لڑکیاں پسند تھیں۔ اتنے عرصے بعد اسے اب سمجھ میں آیا تھا۔ احد نے کملو کی کس خوبی سے متاثر ہو کر اس سے شادی کی تھی۔ دراصل مرد کو کبھی بھی زبان دراز عورت پسند نہیں آتی۔ منہ پھٹ اور اپنے تئیں حاضر جواب بنتی عورتیں محفل لوٹ سکتی تھیں۔ مگر کسی کا دل نہیں اور آئمہ کی زبان کے جوہر کا وہ خود ہی گواہ تھا۔

وہ اسے لاجواب کر کے جو غرور سے گردن تان لیتی تھی۔ تب واحد کا دل چاہتا تھا اس کی گردن دبوچ کر مروڑ دے۔ وہ لواؤں سے اسے چونکاتی یا متوجہ نہیں کرتی تھی۔ محض طنز کے تیر چلا کر اسے آگ بگولا کرتی تھی۔

وہ اپنی خواہش' آرام سے بیان کرتا اور نکاح سے انکار کرتا' تب بات اتنی نہ بڑھتی۔ مگر اس کے انکار نے جہاں ممی اور چاچو کے دل کو ٹھیس پہنچائی تھی وہیں آئمہ بھی بجھ کر رہ گئی تھی اور ڈیڈی نے گویا اسے ہر طرف سے آزادی دے کر اپنے پچھلے رویوں کی تلافی کر لی تھی۔ وہ اسے اپنی طرف سے ہر فیصلے سے آزاد کر چکے تھے۔

پھر وہ مبارک دن بھی آگیا جب اسے اس حبس زدہ زندگی سے رہائی ملنے والی تھی۔ اسے ممی اور عماز چاچو نے آنسوؤں کے سائے تلے رخصت کیا تھا۔ احد اور واحد نے البتہ خوب ناراضی کا اظہار کیا تھا' جبکہ نرجس عرف کملو نے تمام کھلے پن کو بھاڑ میں جھونک کر اس کے خوب لتے لیے' گھر والوں نے کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی' ہر بندے نے حسب توفیق منہ سنجار کھا تھا۔ البتہ آئمہ ایسے غائب ہو چکی تھی گویا دنیا سے اس کا نشان ہی مٹ گیا تھا۔

وہ روشنیوں اور چمکیلے شیشوں کے شہر نیویارک پہنچ گیا تھا۔ گویا وہ خوابوں کی طلسماتی نگری میں اتر آیا تھا۔ وہ ایک نئی' انوکھی اور الگ سی جگمگاتی دنیا کو دریافت کرنے آیا تھا مگر یہ دریافت اتنی جلدی پچھتاوے میں بدلے گی یہ واحد سلطان احمد کے گمان میں بھی نہیں تھا۔

☼ ☼ ☼

شروع کے دو چار مہینے تو بڑے مزے میں گزر گئے تھے۔ ڈیڈی نے اسے خوب رقم دے کر بھیجا تھا۔ اکاؤنٹ بھی ڈالرز سے فی الحال بھرا بھرا تھا' سو تین' چار مہینے موج مستی میں گزر گئے تھے۔ پھر آہستہ آہستہ اگلے پچھلے یاد آنے لگے۔ وہ دل بڑا کر کے خود کو خوب دلیر ثابت کرنا چاہتا تھا۔ سو گھر فون کرنے سے پرہیز ہی کرتا رہا۔ ویسے بھی گھر میں اس کا فون سوائے مائلہ' دوسری امی اور ڈیڈی کے کوئی اور سنتا ہی نہیں تھا۔ ممی تھیں جو کبھی کبھار دل کے مجبور کرنے پر اس سے بات کر لیا کرتی تھی۔ تاہم چاچو سمیت احد' وحید' موحد' واحد میں سے اگر کوئی فون اٹھاتا بھی تو سلام دعا سے پہلے ہی مائلہ کو آواز دے کر بلا لیا جاتا تھا۔ تب شاید پہلی مرتبہ واحد کے دل کو دھچکا لگا تھا۔ وہ ان کی بہن کو ہزار مرتبہ ٹھکرا ٹھکرا کر آیا تھا۔ ایک سو ایک مرتبہ رد کر چکا تھا' پھر واحد ان لوگوں سے کیسی نرمی کی امید رکھتا تھا؟

تین چار مہینوں میں اسے اچھی طرح سمجھ آگئی تھی کہ گھر والوں کی محبتوں کے بغیر پردیس میں کیسے رہا جاتا ہے۔ اگر ممی نے اسے بورڈنگ بھیجا بھی تھا تو ہر دو ہفتے بعد اس سے ملنے پورا "کنبہ" پہنچ جاتا تھا۔ اگرچہ بظاہر برے دل کے ساتھ کرتا تھا مگر لاشعوری طور پر "اپنوں" کی آواز سن کر وہ اندر تک پرسکون اور سرشار ہو جاتا تھا۔

کبھی اس کا دعوا تھا وہ پیچھے مڑ کر دیکھنے والوں میں سے نہیں۔ اب جانے کیوں مڑ مڑ کر کس آس پر دیکھا کرتا تھا۔ کبھی ماضی کی کھڑکی کھول لیتا۔ تب اسے کیڈٹ کالج گلر کہار کے ہر بلاک کے ہر دریچے میں

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

کھڑا ایک خفا خفا لڑکا دکھائی دینے لگتا تھا اور اس ویران پریشان اپنے گھر سے دور اپنوں کی یاد میں اداس اور غم زدہ وہ ممی کو اور اپنے گھر کو کہیں دور اندر خاموشیوں میں' رات کی تاریکیوں میں خود سے بھی چھپ کر یاد کیا کرتا تھا۔

پھر اسی کالج میں اس نے سب سے زیادہ آئمہ کو یاد کیا تھا چاہے برے الفاظ میں ہی سہی۔ وہ کسی بھی اتوار اسے فون کرنا نہیں بھولتی تھی مگر وہ اسے فون کرنا کیوں نہیں بھولتی تھی؟ یہ تب وہ نہیں سمجھتا تھا۔ یہ سب اب لاکھوں میل دور بیٹھ کر سوچ رہا تھا۔

اس کا دل یہاں آکر من پسند خواہش' خواب کی تعبیر پاکر بھی ناخوش تھا۔ گلی بند سی ایک روٹین تھی' یونیورسٹی سے اپنے فلیٹ تک۔ اسے یہاں کام نہیں کرنا پڑتا تھا کیونکہ ڈیڈی اکاؤنٹ ہر مہینے بھر دیتے تھے مگر وہ آسائشات پاکر بھی خوش نہیں تھا' اسے لگتا تھا اس کی ذات کا ایک بڑا حصہ کہیں گم ہو گیا ہے' کہاں گم ہوا تھا۔ یہ چیز وہ سوچنا نہیں چاہتا تھا کیونکہ اس کی ہر سوچ لہراتی' بل کھاتی' اٹھلاتی ہوئی اس منہ پھٹ بدلحاظ لڑکی کے اردگرد گھومنے لگتی تھی۔ وہ کتنا احمق' کم فہم اور بدنصیب تھا جو محبتوں سے دور بھاگتا تھا۔

جب اس کا زیادہ دل گھبرانے لگتا تب وہ اسامہ کو کال کر لیتا تھا اور وہ اسے تنگ کرنے کے لیے' چھیڑنے کے لیے اور بہت کچھ جتلانے کے لیے طعنوں سے لپٹے گیت سناتا تھا۔

تیرا گھر یار یہاں
تیرے سب یار یہاں
تیری راہوں میں کھڑا
تیرا پیار یہاں
سب کچھ ہے تیرے دیس میں
تو ڈھونڈ رہا پردیس میں۔

فلیٹ کی تنہائی اسے کاٹ کھانے کو دوڑتی تھی۔ یہاں اس کی دلچسپیوں کے کئی لوازمات تھے مگر وہ دلچسپی لیتا تو تب نا۔

ممی بغیر کسی صلے کے' اس پر اپنی بے لوث محبتیں نچھاور کرتی رہی تھیں اور پھر ڈیڈی سے رقم لیے بغیر اتنے مہنگے ترین کالج میں محض اس کی شخصیت بنانے کے لیے داخل کروانا کیا کم تھا؟

اسے آئمہ بھی کبھی بھولی نہیں تھی۔ خصوصاً" گھر کی صفائی کرتے ہوئے گانڈرنگ کرتے ہوئے' کپڑے پریس کرتے ہوئے' جوتے پالش کرتے ہوئے اور برتن دھوتے ہوئے۔ وہ کھانا بناتے ہوئے اکثر روپڑتا تھا۔

ڈیڈی صحیح کہتے تھے' زندگی یہاں بہت مشکل تھی۔ وہ اکثر ڈیڈی سے بات کرتے ہوئے بھرا جاتا' دوسری امی بھی اسے واپس آنے کو کہتیں۔ ممی نے کبھی آنے کے لیے اصرار نہیں کیا تھا تاہم وہ ان کے بن کہے بھی جانتا تھا کہ ممی کا رواں رواں اس کی واپسی کا منتظر ہے۔

اس کی حقیقی ماں تو وہ ہی تھیں۔ اسے راتوں کو جاگ جاگ کر لوری سنانے والی اور واحد کتنا ذلیل تھا جو ممی کے منہ پر کہہ آیا تھا۔

"آپ پالنے پوسنے کا خراج مانگتی ہیں۔ آپ کی پائی پائی لوٹا دوں گا مگر اپنا آپ عمر بھر کے لیے گروی نہیں رکھ سکتا۔"

اس کے یہ الفاظ ممی کو پتھر کر گئے تھے پھر آئمہ اور ممی کی طرف سے کوئی اصرار نہیں ہوا تھا۔ وہ دونوں گویا اندر سے بجھ گئی تھیں۔ انہیں ایسی سفاکی کی اور ایسی بے رحمی کی امید ہرگز نہیں تھی۔

اسامہ اسے سمجھاتا بھی تھا کہ وہ وقت ضائع کرنے سے پہلے دیر ہونے سے پہلے اپنے گھر لوٹ آئے مگر واحد بھلا کس منہ سے واپس جاتا؟ اتنے لوگوں کے دلوں کو روند کر' دل دکھا کر آیا تھا پھر کیسے پلٹ جاتا۔ اذیت سی اذیت تھی۔ اور اس اذیت کا خاتمہ ہونے کے بجائے درد کا ایک اور نیا طوفان اٹھ آیا تھا۔ جب اسے سائلہ کے توسط سے اطلاع ملی تھی۔

"آئمہ کے کئی پروپوزل آئے ہیں اور ممی ان دنوں اس کے لیے کسی پروپوزل کو فائنل کرنے والی ہیں' وہ آپ کی خاطر آئمہ کو کب تک بٹھا سکتی ہیں۔" واحد تو گویا اس انکشاف پر سر تا پا ہل گیا تھا۔ تو گویا کیڈٹ کالج کلر کہار سے لے کر امریکا تک اس کی یادوں میں بسنے

والی آئمہ کسی اور کی ہونے والی تھی۔

وہ اس کی منگیتر تھی۔ احد کے ولیمہ پر آئے ہزاروں لوگوں کی موجودگی میں اس کے نام کی انگوٹھی آئمہ کو پہنائی گئی تھی۔ تو پھر ممی کسی اور جگہ آئمہ کا رشتہ کیسے کر سکتی تھیں؟

اس پل وہ اپنی سابقہ بکواس یکسر بھلا چکا تھا۔ یاد تھا تو بس اتنا کہ آئمہ پرائی ہونے جا رہی تھی۔ اس کی زندگی سے نکلنے والی تھی۔ مگر آئمہ اس سے دور کیسے جا سکتی تھی؟ وہ تو واحد سے محبت کرتی تھی۔

"محبت۔" واحد۔ ٹھٹک گیا تھا۔ بھلا محبت یہاں کہاں تھی؟ یہاں تو صرف جھگڑے تھے' تکرار تھی' لڑائیاں تھیں' غصہ تھا۔ ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی سازشیں تھیں۔ محبت بھلا کہاں تھی؟

پھر کوئی واحد کے اندر سے پکار پکار کر چیخ اٹھا' ان لڑائیوں میں' ان جھگڑوں میں' اس تکرار میں' اس خیال کرنے کے انداز میں' ان فون کالز میں' تازہ بنائے ان پکوانوں میں۔ محبت ہی تو تھی۔

وہ ہر دوسرے اتوار اس کے کالج میں بھائیوں کے ہمراہ پہنچ جاتی تھی۔ یہ سب محبت کے اسلوب ہی تو تھے۔

اس نے کئی مرتبہ اسے جتلایا تھا تم عزیز ہی بہت ہو' پیارے ہی بہت ہو۔ بھلا ان لفظوں کا مفہوم کیا تھا۔

☼ ☼ ☼

"کچے دھاگے سے بندھے سرکار چلے آئے ہیں یا نہیں۔"

نرجس عرف کملو اپنے سابقہ تمام کھلے پن بھول کر بڑے فخر سے کچن میں کھڑی اپنی ذہانت کو داد دے رہی تھی۔

"دیکھ لو' میرا اندازہ کچھ غلط نہیں تھا۔" وہ ابھی تک اترا رہی تھی۔

"میں نہ کہتی تھی' تمہارے پروپوزل کی خبر اس کے ہوش اڑا دے گی۔ ایسے بے نیاز لوگوں کو اسی طرح آزماتے ہیں۔"

اس کا سابقہ جوش بھرا انداز قائم دائم تھا۔ یہ کملو اور مائلہ کی ہی کارستانی تھی کہ واحد اپنا سمسٹر چھوڑنے میں جھونک آیا۔

"یہ خبر میں رات سے سن رہی ہوں مگر اس کے باوجود ہر کوئی مجھے خصوصی طور پر بتانے ضرور آتا ہے خیر ہے؟"

وہ ٹھٹک کر کہتی کچن سے نکل گئی۔

اور وہ۔۔۔ وہ رات بھر اپنے ڈیڈی اور ممی کے پیر پکڑے ایسی ایسی منتیں کر رہا تھا کہ کلیجے تھام رہے تھے۔ وہ کتنا اکھڑ اور بدلحاظ تھا۔ وہ جان سے بڑھ کر پیار کرنے والی ممی سے بھی بدظن تھا۔ چچا زاد بھائیوں

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے

بہنوں کے لیے خوب صورت ناولز

ساری بھول ہماری تھی	راحت جبیں	300/-
او بے پروا جن	راحت جبیں	300/-
ایک میں اور ایک تم	حنزیلہ ریاض	350/-
بڑا آدمی	نسیم سحر قریشی	350/-
ویک زدہ محبت	صائمہ اکرم چوہدری	300/-
کسی راستے کی تلاش میں	میمونہ خورشید علی	350/-
ہستی کا آہنگ	ثمرہ بخاری	300/-
دل موم کا دیا	سائرہ رضا	300/-
ساڈا چڑیا دا چنبا	نفیسہ سعید	300/-
ستارہ شام	آمنہ ریاض	500/-
معصف	نمرہ احمد	300/-
دست کوزہ گر	فوزیہ یاسمین	750/-
محبت من محرم	سمیرا حمید	300/-

بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے

مکتبہ عمران ڈائجسٹ

37، اردو بازار، کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

سے بھی دور ہو گیا تھا۔ وہ اپنے باپ کو بھی چھوڑ گیا تھا۔ اسے اپنے ہر ہر عمل پر شرمندگی تھی۔

"پیاری ممی! مجھے معاف کر دیں حالانکہ معافی لفظ چھوٹا ہے۔ میری بے ہودگیاں اور بدتمیزیاں بہت بڑی اور بھاری ہیں۔ میں نے آپ کا دل دکھایا ہے۔ ہمیشہ آپ کے لیے غلط اور الٹا سوچا۔ آپ نہیں جانتیں ممی! ان آٹھ مہینوں میں کس کس یاد نے مجھے رلایا ہے۔

ممی! میں اپنا حساب کرنا چاہتا تھا۔ میں اپنی غلطیوں کی اصلاح کرنا چاہتا تھا اور پھر خود کو ہر کدورت سے پاک کر کے آپ کا سامنا کرنا چاہتا تھا۔

میں جتنا بھی غور کر لوں' سوچ لوں تب بھی اپنی بدگمانی کی ایک بھی ٹھوس وجہ سمجھ نہیں آتی سوائے اس کے کہ پہاڑوں میں بھیج دیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ تو بدگمان ہونے کی کوئی وجہ نہیں تھی اور میں خواہ مخواہ اتنے سال آپ سے بدگمان رہا۔ آئمہ کی محبت کو نہ سمجھ پایا۔ وہ تو جانے کب سے مجھے چاہتی تھی۔ بس میں ہی الو' احمق' بے وقوف اور بدھو سمجھ نہیں پایا۔ ممی! یہ آئمہ کی محبت ہی تو تھی جو وہ مجھے اس طرح۔"

بہت بھرائی آواز میں اتنی طویل گفتگو کرتے واحد کے بازو میں کسی نے بہت زور سے چٹکی کاٹی تھی مگر وہ پھر بھی سمجھ نہیں پایا تھا۔ تب کسی نے اس کے پیر پر اپنا پیر بہت زور سے مارا تھا۔ تب واحد بات ادھوری چھوڑ کر سر اٹھائے اپنے برابر کھڑے احد' ودید اور موحد کو دیکھ رہا تھا جو آنکھوں ہی آنکھوں میں جانے کب سے اسے سرزنش کر رہے تھے مگر جب واحد نے دھیان نہیں دیا تب احد نے اس کے بازو میں چٹکی کاٹ کر اور ودید نے پیر مار کر احساس دلانا چاہا تھا۔

"بدھو' احمق گدھے! ایسی باتیں پیرنٹس کے سامنے نہیں کرتے۔ آئمہ کی محبت لاحول۔۔۔"

موحد گویا اپنا ماتھا پیٹ رہا تھا۔ اسے احمق' عقل سے پیدل اور جانے کیا کیا کہہ رہا تھا۔ تب وہ ممی' چاچو' ڈیڈی اور دوسری امی کی ہلکی ہلکی ہنسی کی آواز سن کر سخت جھینپ گیا تھا۔ روانی میں وہ کیا کچھ بول چکا تھا۔

اسے سخت شرم اور خفت محسوس ہوئی تھی' سو وہ فوراً ہی اٹھ کر اندر کی طرف بھاگا۔

جہاں نرجس بھابھی عرف کملو کھڑی پتھر کے مجسمے میں ڈھلی بس گرنے کے قریب تھی۔ دراصل آئمہ کے ان الفاظ کو سن کر۔

"بھاڑ میں جائیں سارے اقوال۔ ذرا اپنے اور میرے دشمن کو بتا آؤ۔ میں دس ماہ پہلے جوڑے گئے اس رشتے کو خود توڑ رہی ہوں۔"

کملو نے پتھر کی مورتی میں ہی ڈھلنا تھا۔

"تم معافی کس چیز کی معافی مانگ رہے ہو؟ آخر تم نے غلطی کون سی کی ہے؟ صرف مجھے مسترد کیا ہے؟ دھتکارا ہے اور یہ کوئی بڑی غلطی نہیں جس کی معافی مانگ رہے ہو۔ تم نے اپنا حق استعمال کیا ہے۔"

"میں اسی "بکواس" کی معافی مانگ رہا ہوں۔" وہ یکایک سنجیدہ ہو گیا تھا۔ "قسم سے! تمہیں دل سے مسترد نہیں کیا بس میں نے تب تمہارے بارے میں سوچا نہیں تھا۔ مشرقی لڑکا تھا نا۔ ممی کے اصول' قاعدوں اور قوانین میں تربیت پا کر بڑا ہونے والا' پھر کیسے بے حیائی کا مرتکب ہو جاتا۔ ممی کی بیٹی کو تاڑتا پھرتا۔ منگنی سے پہلے اور منگنی کے بعد بھی فطری سی شرم مجھے اعتراف کے مرحلوں تک لے جانے سے گھبراتی تھی حالانکہ تم سے محبت تو میری گھٹی میں پڑی ہے۔ تمہارے سر کی قسم! ایسے گھور گھور کے تو نہ دیکھو۔"

واحد نے اداکاری کے اگلے پچھلے سارے ریکارڈ توڑ ڈالے تھے۔

"میرے ساتھ چال چلنے کی کوشش مت کرو۔ میں تمہاری نیت کے کھوٹ سے واقف ہوں۔ اور یہ ڈرامے کرنے کی بھی ضرورت نہیں' ممی اور سب لوگ تمہاری غلطیوں کو درگزر کر چکے ہیں۔ تمہارا سابقہ مقام بحال ہو گیا ہے۔۔۔ تم اطمینان رکھو' میں منگنی کی انگوٹھی ڈیڈی کو واپس کرنے والی ہوں۔"

واحد کے خاموش ہوتے ہی آئمہ نے اپنے اگلے خطرناک ارادوں سے بھی اسے باخبر کر دیا تھا۔

تو گویا وہ اسے معاف کرنے پر تیار نہیں تھی۔

واحد کے دل کو کچھ ہونے لگا تھا۔

"کل تم مجھے مسترد کرتے تھے۔ آج میں تمہیں مسترد کرتی ہوں۔"

واحد کے چہرے پر پھیلتا دھواں دیکھ کر دل کو کتنی خوشی محسوس ہو رہی تھی۔ آئمہ لمحوں میں ہلکی پھلکی ہو گئی تھی۔ مگر یہاں تو کایا پلٹ چکی تھی۔

"تو تم مجھے مسترد کرتی ہو' محض اس لیے کہ میں نے تمہیں اپنی کم فہمی میں بہت بے ہودہ الفاظ سے نوازا ہے۔ میں نے تمہاری ذات کو تو کبھی بھی رد نہیں کیا۔ میں تو صرف تمہاری سوچ اور تخریبی ذہن سے خار کھاتا تھا۔"

اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیسے اور کس طرح آئمہ کے دل کی ساری بدگمانی دھو ڈالے۔

"اپنا اور میرا وقت فضول تکرار میں ضائع مت کرو۔ ویسے بھی تم نے تو امریکا جا کر "میم" پھڑکانی تھی۔ اور پھر اس نام نہاد منگنی کو بھی توڑنا تھا۔ میں تو تمہارے اس فون کا انتظار کر رہی تھی مگر تم خود شرمندگی کی بوری اٹھائے بھاگ آئے۔"

آئمہ نے بہت واضح طور پر واحد کی آنکھوں کے گوشے بھیگتے دیکھے۔

"میں تو شروع سے تمہارے حصار میں ہوں۔ وہ برا حصار تھا یا اچھا۔ مگر کالج کا چپہ چپہ گواہ ہے۔ میں نے ہمیشہ تمہیں یاد کیا۔ تمہاری لگائی بجھائی کو' شرارتوں کو' شاطرانہ چالوں اور منصوبوں کو' تم کیسے اور کس طرح ممی سے میری چھترول کروایا کرتی تھیں' پھر تمہاری ڈرامے بازیاں' جو دراصل تمہاری محبتیں تھیں جسے میں عموماً چالاکی' مکاری ہی سمجھتا تھا۔ میں کتنا کم فہم تھا۔ کتنا بے عقل تھا۔"

واحد کی آواز زیادہ بھرا گئی تو وہ چپ ہو گیا تھا۔ کیونکہ اب آئمہ کے بولنے کی باری تھی۔ اور اس کا لہجہ پہلے سے کچھ مختلف ہو گیا تھا۔ ذرا نرم اور ہلکا پھلکا۔

"اچھا' اب زیادہ جذباتیت کا مظاہرہ نہ کرو۔ میں کتنا کم فہم تھا' کتنا بے عقل تھا۔" وہ اس کے لہجے کی نقل اتار رہی تھی۔ "تم اب بھی کم فہم اور بے عقل ہو۔"

اسے شدید غصہ آتے آتے رہ گیا تھا۔ وہ مزید اس پر غصہ کر ہی نہیں سکتی تھی۔

"جو مرضی کہہ دو' پر معاف ضرور کر دو۔ کیونکہ میں تم سے شادی کرنے کے بعد بہت اچھا فرماں بردار قسم کا شوہر بننے کا ارادہ رکھتا ہوں۔"

آئمہ کے چہرے پر یکایک پھیلی نرمی کو محسوس کر کے واحد کا دل بلیوں اچھلنے لگا تھا۔ تو گویا وہ اپنا مقدمہ جیتنے کے قریب قریب پہنچ گیا تھا۔ ویسے بھی یہ "مقدمہ دل" تھا' ہار جاتا تو پھر کہاں جاتا؟

"تم بے شک ایسے ہی منہ پھٹ' بدلحاظ اور بدتمیز ہی رہنا مگر یہ رشتہ نہ توڑنا۔"

حالانکہ وہ مسکرانا نہیں چاہتی تھی مگر ہونٹ تھے کہ کھلے ہی جا رہے تھے اور ناراضی تھی کہ ختم ہی ہوتی جا رہی تھی۔

"سو دفعہ بیٹھ اپ کر تب ہی مانوں گی۔ اتنی آسانی سے تمہاری "بکواس" بھلانا ممکن نہیں۔"

"سو دفعہ نہیں' ایک سو دو دفعہ کروں گا۔ مگر مجھے ذرا اس خوش خبری کا اعلان کر لینے دو۔"

باچھیں چیر کر بولتا ہوا وہ دوسرے ہی لمحے کچن سے نکلا اونچی آواز میں اپنے گھر والوں کے ساتھ اکلوتے دوست اسامہ کو فون کھڑکانے جا رہا تھا کہ اس نے دل کا ہارا ہوا مقدمہ جیت لیا تھا۔

ادھر آئمہ سوچ رہی تھی۔ وہ محبت ہی کیا جو دلوں کو تنگ کرے اور انا کی فصیلیں کھڑی کرے۔ رشتوں کو جوڑنے کے بجائے توڑے۔

اس نے اپنے دل کو وسیع کر کے واحد کی پچھلی غلطیوں کو معاف کر دیا تھا۔ اور وہ واحد کی آئندہ زندگی میں سرزد ہونے والی غلطیوں کو بھی درگزر کرنے کا ارادہ رکھتی تھی۔ کیونکہ وہ جانتی تھی۔ انسانی فطرت کبھی بدل نہیں سکتی واحد اچھا خاصا جھگڑالو' بدلحاظ اور منہ پھٹ تھا اور ایسی خوبیوں سے آئمہ بھی مبرا کہاں تھی؟ مگر فطرتاً" وہ دونوں ہی خیال کرنے والے اور محبت کرنے والے تھے۔

☼

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com